۲۵۸۵

سوانح عمری جناب انیس مرحوم

اَلشُّعَرَاءُ تَلَامِیْذُ الرَّحْمٰن

جناب بلبل ہندوستان ناظم یار جنگ دبیر الدولہ نواب فصیح الملک نواب مرزا خاں صاحب داغ دہلوی کے حالات زندگی

یعنی

سوانح عمریِ داغ

المعروف بہ

جلد اول

آئینۂ داغ

جس کو جناب محمد نثار علی شہرت سابق ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم ریاستِ جموں و کشمیر نے تصنیف کیا

اور

محمد سراج الدین مالک و مہتمم مفید کتب ایجنسی رنگ محل لاہور نے

بار اول ۱۹۰۵ء میں

اسلامیہ پریس لاہور میں چھپوا کر شائع کیا

نام کتاب	قیمت
کتب طب اردو	
مجربات حفظ صحت	عہ
صحت الاطفال	۱۰ار
نادر نسخہ یعنی سانپ کاٹے کا مجرب علاج	۲ار
فصول اربعہ	۴ر
[ہد]ایت ہیضہ	۱۰س
[illegible]میو پیتھک طبیب	عہ ر
سل و دق کا علاج	۴ر
قرابادین قادری فارسی	عہ ر
[illegible] قوانین صحت	۳۰ر
[illegible]ی اردو	[illegible]
گلدستہ مجربات	۸ر
قرابادین اعظم	[illegible]
مجربات شاکری	۳ر
قرابادین کبیر اردو	۸ر
طب یوسفی اردو	۵ر
معدن حکمت	۴ر
میزان طب اردو	۵ر
تشریح الاسباب	۸ر
مفید الاجسام فن جراحی	۳ر
تشریح الاجسام ؍؍	۸ر
محمول احمدیہ حصہ اول	[illegible]
؍؍ حصہ دوم	[illegible]
؍؍ سوم	[illegible]

نام کتاب	قیمت
کفایۂ منصوری اردو	۱۴ار
دستور العلاج ؍؍	عہ ر
ترجمہ قانونچہ اردو مع رسالہ قبریہ	۵ر
تشریح منصوری	۳ر
نیر اعظم	۴ر
قانون عصرت	۶ر
قرابادین شفائی	۲ر
قرابادین ذکائی	۱۲ار
کیمیا عناصری ترجمہ قرابادین قادری	عہ ر
قرابادین احسانی	۵ر
طب لقمانی	۴ر
مجربات اکبری	۵ر
اکسیر باہ حصہ اول	۶ر
ایضاً حصہ دوم	۸ر
ترجمہ زاد غریب	۷ر
طب نبوی	۲ر
رموز الحکمت	۲ر
معالجات احسانی	۴ر
علاج احسانی	۲۰
طب احسانی	۴ر
مقالات احسانی	۶ر
مرکبات احسانی	۵ر
علاج الامراض	عہ ر

نام کتاب	قیمت
ترجمہ قانون بو علی سینا جلد اول	عہ ر
ایضاً جلد دوم	عہ ر
؍؍ جلد سوم	[illegible]
؍؍ جلد چہارم	عہ ر
؍؍ جلد پنجم	۱۳ار
شفا الامراض	۱۲ار
علاج المویشی	۳
اکسیر الامراض	۷ر
طب یونانی	۵ر
مخزن سلیمانی	[illegible]
قانون علاج اردو	۱۰ار
بحر محیط حصہ اول	۸ر
؍؍ حصہ دوم	۱۰ار
خلاصۃ الامراض	۳
معدن شفا سکندر شاہی	[illegible]
معدن حکمت	۶ر
گلشن حکمت	۴ر
زمرد اردو	۷ر
مخزن الادویہ کامل	[illegible]
کتب مثنویات	
تحفۃ الاحرار جامی	۳۰
مخزن الاسرار	۶ر
مخزن الانوار	۸ر

نام کتاب	قیمت
لیلی مجنون خسرو	۳۰
شیریں خسرو فارسی	۵ر
ہفت پیکر	۳ر
ساقی نامہ ظہوری	۷ر
ہشت بہشت امیر خسرو	۶ر
قرآن السعدین	۹ر
مطلع الانوار	۷ر
مثنوی تحفۃ العراقین	۸ر
مثنوی زلالی فارسی	عہ
مثنوی یادگار ہندی	۴ر
مثنوی گلزار ہندی	۴ر
مثنوی خوب ہند و ستان	۳ر
مثنوی یوسف زلیخا	۴ر
مثنوی نل دمن فیضی	۵ر
مثنوی حق دل	۹ر
مثنوی صبح امید	۰۲
کتب رمل و نجوم	
مجموعہ شاہ عمرقی النجوم	۱۲ار
انوار النجوم	۱۳
کشاف النجوم	۸ر
آفتاب النجوم	۱۰
انتخاب النجوم	۲ر
آفتاب الرمل	۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بظاہر یہ آنکھ۔ ناک۔ کان ہاتھ۔ پاؤں۔ زبان اِسی سے نقاش قدرت نے میری تصویر کھینچی ہے۔ ایک جان ڈالدی۔ بولنے لگا۔ اب یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ جان ہے کیا چیز۔ جب اُسکی دی ہوئی چیز کی تعریف کر نہیں سکتا۔ تو نقاش کی توصیف کیونکر ہو سکتی ہے۔ ذرا آنکھ بگاڑدی۔ ٹٹولتا پھرا۔ ہاتھ توڑ دیئے ٹٹولنے سے بھی رہا۔ پاؤں توڑ ڈالے بیٹھ گیا۔ زبان کاٹ دی سناٹا ہو گیا۔ جان لے لی پھر وہی تصویر کی تصویر رہی اب بتائیے کہ اِس بیکسی اور بے بسی میں اُس قادر مطلق کی ثنا کیونکر کروں۔

مناسب است کہ دم درکشم بحمد خدا

تبارک اسمہ سبحان ربی الاعلیٰ

اگر یہ کہا جائے کہ آخر اپنی عقل اور بضاعت کے موافق کچھ تو بیان حمد میں کوشش کیجاوے تاکہ اپنی مخلوقیت اور عاجزی کا اظہار ہو تو سوائے اِس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ خداوند کریم کے اظہارِ حمد سے زبان قلم لال ہے۔ اور شبدیز فکر میدان ثنا میں کیا کہہ سکے کیا مجال ہے۔ بلبلِ باغ اُس کی معرفت کا گیت گا رہا ہے۔ اور سرو چمن شہادت کی انگلی اُٹھا کر وحدہٗ لاشریک لہٗ بتا رہا ہے۔ اسکی قدرت کا تماشا رنگ کیطرح پھولوں سے عیاں اور اُسکی صنعت کا راز بُو کی طرح پھولوں میں پنہاں۔ نرگس دیدۂ دوربین سے اُس کے جمال جہاں آرا کی نگراں اور سوسن ہزار زبان سے اُسکی حمد میں رطب اللسان۔

برگِ درختانِ سبز درنظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

اگر نعت کے لکھنے میں جرأت کرتا ہوں تو چھوٹا منہ بڑی بات کی مثل صادق آتی ہے لیکن اِن خطرات کے لکھنے سے گریز نہیں کر سکتا۔ کہ درود اُس نبی کریم پر کہ جو خیر خلق اور شافع خلائق ہے بعد خدا کے جملہ مخلوقات خدا سے افضل اور سب پر فائق ہے۔ "لولاک لما خلقت الافلاک" اُس کی

نذر

یہ حقیر تحفہ ہز ہائینس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک
نظام الدولہ نواب **میر محبوب علیخان صاحب**
بہادر فتح جنگ جی۔سی۔ایس آئی جی سی بی نظام
حیدرآباد دکن کے نام نامی کے ساتھ معنون کیا جاتا ہے
اِس لیئے کہ علاوہ تاج و تخت سلطنت موجودہ کے داغ صاحب
کے سخن کا بھی تاج آپ کے ہی سر مبارک پر پبلک نے رکھا ہے
تو پھر سوائے حضور کے فدویان اور کِس کے سامنے یہ ناچیز
تحفہ پیش کر سکتے ہیں ؛

ہر گوش نہ بیند ایں نوا را
ہر کوہ نتابد ایں صدا را

(۱) محمد [illegible] علی [illegible]
(۲) محمد سراج الد[illegible]

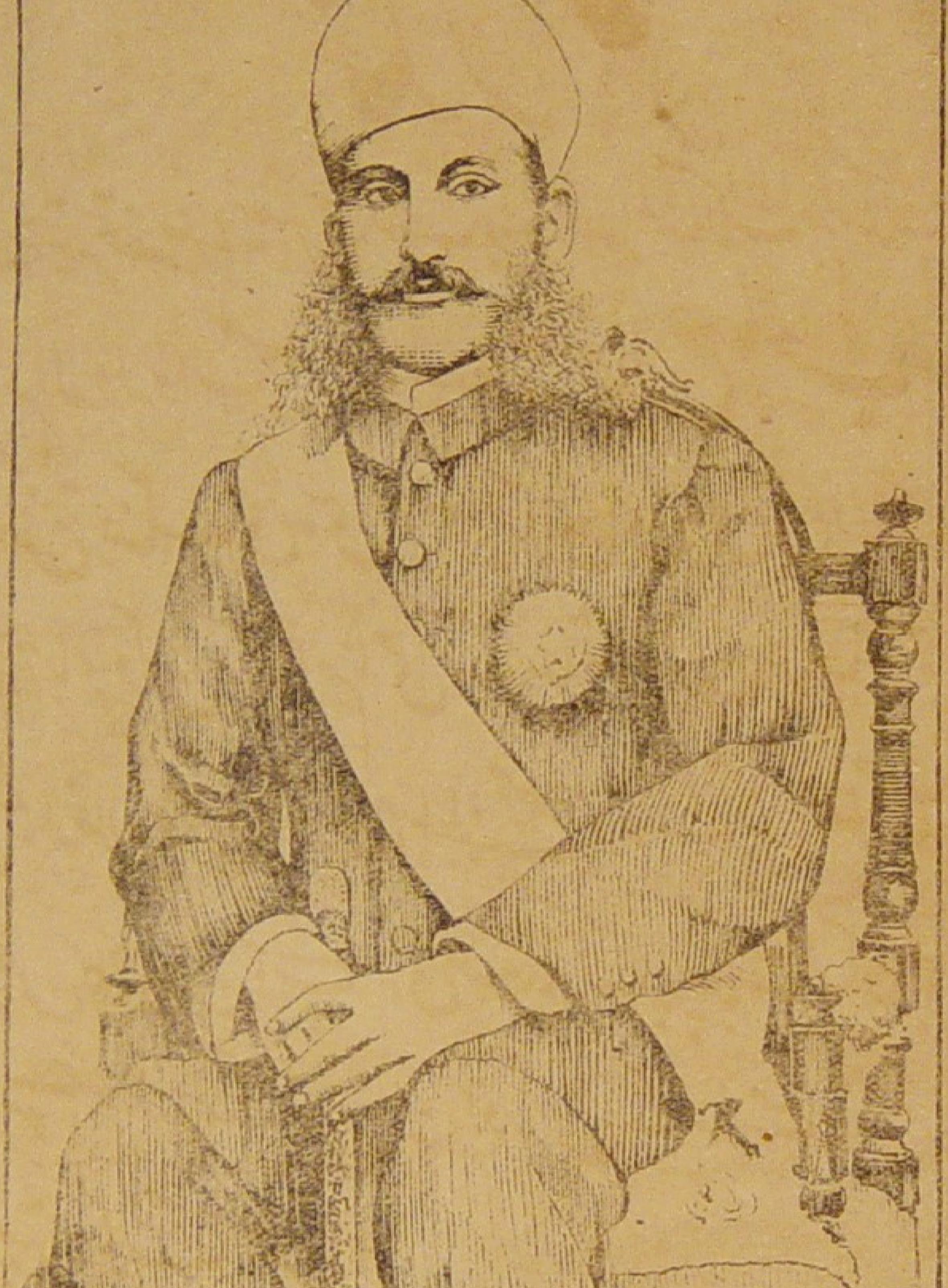

ہز ہائینس نواب سر میر محبوب علیخاں بہادر فتح جنگ

جی۔ سی۔ ایس آئی جی۔ سی۔ بی نظام حیدرآباد دکن

اشعار در مدح حضور ممدوح دام حشمتہ

مدبر ہیں بہت حیران لیاقت اسکو کہتے ہیں
ہیں قائل عالم و فاضل فضیلت اسکو کہتے ہیں

کرم جسپر ہوا پھر سلسلہ بخشش کا جاری ہے
نوازش اسکو کہتے ہیں عنایت اسکو کہتے ہیں

ہر اک گھر میں رعایا کے خوشی کے شادیانے ہیں
بشاشت اسکو کہتے ہیں مسرت اسکو کہتے ہیں

خدا کا شکر ہے امن و اماں کا دَور دورہ ہے
نہیں ہے لفظِ رنج اسجائے فرحت اسکو کہتے ہیں

یہی رہتا ہے ہر دم فکر ہو راحت رعایا کو
نوازش مہربانی اور شفقت اسکو کہتے ہیں

شہنشاہِ معظم آپ کو آنکھوں میں رکھتے ہیں
مراتب اور عزت اور محبت اسکو کہتے ہیں

تصدق مال و زر ہر روز ہوتا ہے جزاک اللہ
نہیں مفلس ہاں کوئی سخاوت اسکو کہتے ہیں

ہیں ایسے کارکن جو بات کی سب سے نرالی کی
ہے مجمع لاالقول کا یاں ریاست اسکو کہتے ہیں

پرستانوں کی پریاں ہو کے خوش کہتی ہیں لوگوں سے
پرستانور ہے دیکھو تو صورت اسکو کہتے ہیں

اٹھائی تیغ آیا زلزلہ پھر گورِ رستم میں
چھپے پھرتے ہیں شیر نر شجاعت اسکو کہتے ہیں

وہ باتیں سحر آمیز انکی خوبی کب بیاں ہوئے
فصاحت اسکو کہتے ہیں بلاغت اسکو کہتے ہیں

نہ جب تک دیکھ لے سرہائنس کو چین کب آوے
ہے اسکی آنکھ کا تارا رعیت اسکو کہتے ہیں

ہیں جتنے بادشاہانِ جہاں تعظیم کرتے ہیں
نجابت اسکو کہتے ہیں شرافت اسکو کہتے ہیں

محل و کاخ کی توصیف ہو سکتی نہیں ہرگز
فلک ہے جبہ سا ایواں کی رفعت اسکو کہتے ہیں

بہت ارض و سما میں دھوم ہے عدل و سخاوت کی
اگر سچ پوچھیے ہو نام و شہرت اسکو کہتے ہیں

دیباچہ

خالقِ مطلق نے انسان میں وہ نعمت گویائی عطا کی ہے جس سے وہ بے انتہا فوائد حاصل کرتا ہے اس نعمت گویائی کی بدولت انسان تمام حیوانات پر ممتاز ہوا اور اسی نعمت کی وجہ سے ہر شخص اپنے دل کے حالات دوسرے پر ظاہر کرتا ہے اور اسی نعمت کی وجہ سے تمدن بنی نوع انسان قائم ہے جس شخص میں بامحاورہ گفتگو اور فصاحت و بلاغت کا ملکہ ہوتا ہے وہ دوسرے انسانوں پر فائق و ممتاز قرار پاتا ہے اسی سبب سے امرؤ القیس حسان عرب میں مشہور ہوئے اور اسی سبب سے میکالے اور شکسپیر نے یورپ میں نام پایا۔ اور اسی سبب سے ذوق و غالب و مومن نے علم فصاحت و بلاغت ہندوستان میں بلند کیا پس انسان کو چاہیے کہ اس نعمت کی تکمیل میں اپنی کوشش کو اٹھا نہ رکھے چنانچہ اسی سبب سے میں نے خیال کیا کہ داغ صاحب کی سوانح عمری ضرور لکھی جاوے جنہوں نے اردو کو پالا اور پروان چڑھایا بیٹھے بیٹھے خیال آیا ذوق کے شاگرد جناب مولوی محمد حسین صاحب آزاد موجود ہیں اگر وہ داغ کی سوانح عمری لکھیں تو عمدہ بات ہے چنانچہ میں انکے پاس گیا۔ لیکن میں نے انکو قدیمی مرض میں مبتلا پایا۔ جو باتیں انسے کیں انہوں نے کوئی ہوش کی بات مجھسے نکی اور کہا تو یہ کہا کہ داغ زندہ ہے۔ کون کہتا ہے کہ وہ مر گیا میں واپس آیا۔ دوستوں سے اس بارہ میں مشورہ کیا ان سب نے یہ بوجھ میرے سر پر ڈالنا چاہا چونکہ مجھے اپنی لیاقت کا اندازہ معلوم تھا میں نے انکار کیا تو کسی نے میرے انکار کا اقرار نہیں کیا۔ اور کہا تو یہ کہا کہ تم داغ کے دوست ہو اور انکے ہمعصر پس انکی سوانح عمری سوائے تمہارے اور کون لکھے آخر کار جب میں نے دیکھا کہ سب کی خواہش و خوشی یہی ہے کہ میں ہی لکھوں لہذا بحالتِ علالت میں ہی مصروف ہوا ~ آمادہ گشتہ ام مگر امشب نظارہ را * پیوند میکنم جگر پارہ پارہ را * غرضکہ جو کچھ مجھے حالات معلوم تھے۔ وہ لکھ دیئے گئے اور جو تمام ہندوستان کے نامی نامی اخبارات اور شعرا نے آپکے حالات اور رنج و الم مرثیہ اور تاریخیں لکھی ہیں وہ بھی درج کر دیں تاکہ تمام حالات داغ صاحب کے ملک پر روشن ہو جاویں ~ مخزن جگر گہر چند جمع بود * دلال گشت ہدیہ داماں فرو ختم * اس سوانح عمری کی دو جلدیں ہیں اول جلد پیش کیجاتی ہے اور دوسری زیر طبع ہے وہ بھی جلد شائقین باوطالعہ کے ہاتھ

نواب میرزا فصیح الملک بہادر داغ دہلوی

داغ صاحب کی پیدائش اور تعلیم

جناب نواب مرزا خان صاحب داغ جناب نواب شمس الدین خاں صاحب بہادر مرحوم کے بیٹے اور نواب احمد بخش خاں صاحب بہادر کے پوتے ہیں۔ جنکے واجب التعظیم خاندان سے کون واقف نہیں جو آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن تھا۔ داغ صاحب سنہ ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے تھے۔ جو اصحاب بڑی عمر رکھتے ہیں۔ ان پر ظاہر ہے کہ آپ کے پیدا ہونے کی خوشی کس قدر نواب صاحب ممدوح اور ان کے خاندان کو ہوئی تھی۔ بڑے بڑے نامور فخرِ روزگار جو لوگ گزرے ہیں انکی سوانح عمریاں بتاتی ہیں کہ اکثر ان میں بزمانہ طفولیت یتیم و یسیر رہے ہیں۔ جن کو بڑے بڑے مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اسی طرح نواب مرزا صاحب داغ کا بھی حال ہے کہ ابھی آپ چند سال کے معصوم صغر سن بچے تھے کہ آپ کے واجب التعظیم باپ نے انتقال فرمایا۔ جس کے سبب خاندان میں ایک تباہی اور بربادی اور ماتم واقعہ ہوگیا۔

ہم وہ مشتاقِ اذیت ہیں فلک غور سے سُن
زخم کھاتے ہیں امیدِ نمک افشانی پر

مولوی غیاث الدین صاحب مصنف غیاث اللغات نے بھی کئی سال تک آپ کو اعلےٰ تعلیم دی ہے۔ جناب نواب **یوسف علیخاں** صاحب بہادر والی رام پور جب دہلی میں بہت عرصہ رہے تھے۔ حضور ممدوح سے داغ صاحب نے سکندر نامہ پڑھا تھا آپ کی والدہ نے قلعہ معلےٰ میں رہنا سہنا اختیار کیا تھا اِس سبب سے بھی آپ کی تعلیم میں کوئی نقص نہیں آیا کیونکہ قلعہ معلےٰ اور عمائدین شہر دہلی میں یہ قاعدہ جاری تھا کہ جہاں بچہ سات برس کا ہوا اُسکے لئے اُستاد و اتالیق مقرر ہو جاتے تھے جو نہ فقط اُنکو تعلیم دیتے تھے بلکہ اُن کو عمدہ طور پر ادب و آداب بزرگاں و ادب و آداب شاہی سکھاتے تھے جسکے سبب سے اعلےٰ خاندانی جوہر اُنکیں روشن ہو جاتا تھا داغ صاحب کو بھی تعلیم ایسی ہی عمدہ دلائی گئی تھی آپ کی والدہ کو خیال تھا تو یہ اور آرزو تھی تو یہ کہ نواب مرزا جیسا کہ اپنے خاندان میں اشرف و اعلےٰ ہے اِسی طرح اُسمیں اعلےٰ علم و فضل کی خوبیاں جمع ہوں خوشنویسی میں آپ میر پنجہ کش کے شاگرد بنے تھے اُسکے علاوہ فن سپاہگری اُن کو لائق لائق اُستادوں سے سکھایا گیا تھا۔

قلعہ معلےٰ میں اُس موقع پر شاعری کا بہت چرچا تھا۔ حضور جہاں پناہ بادشاہ سلامت کو بھی شاعری کا شوق تھا اور ولیعہد بہادر بھی شاعری کے والہ و شیدا تھے غرضکہ تمام شاہی خاندان شاعری کا عاشقِ زار بنا ہوا تھا اور یہی حال شہر دہلی کے تعلیم یافتوں کا تھا کہ شاید ہی کوئی ہوگا جس کو شاعری کا شوق نہ ہو۔ ورنہ سب شاعری کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ یہ بھلا کب ہو سکتا تھا کہ تمام قلعہ اور شہر تو شاعری کا والہ و شیدا ہو اور نواب مرزا صاحب داغ اُس

اور اگر کوئی مصر ہوتا تو کہتے۔ میں کیا اور میرا کلام کیا ہے

تو آپ کو گھٹا جو بڑھے تیری آبرو
یہ ماہ نو زوال سے پہونچا کمال کو

لیکن یہ امر چھپنے والا کب تھا آخر آپ کے ہم عمروں میں آپ کے اشعار کا چرچا ہونے لگا جب آپ کے اعزا نے دیکھا کہ نواب مرزا تو خاصے شعر کہنے لگے تو اُن کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت ذوق کو اپنی غزل دکھایا کریں۔ چونکہ آپ بڑے شرمیلے تھے کچھ عرصے تک آپ نے اپنا کلام کسی کو نہیں دکھایا۔ لیکن جب آپ کے دوست اپنی غزلیں اُن کو سنانے لگے تو اُن کے دل میں خیال آیا۔ کہ میں تو اِن سے اچھا کہتا ہوں بہتر بات تو ہے کہ اپنا کلام استاد ذوق کو دکھایا کروں۔ چنانچہ آپ **ذوق** صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کے شاگرد بنے۔ اُنھوں نے جو آپ کے اشعار کو دیکھا (جس میں آمد بہت تھی) تو وہ بہت خوش ہوئے اور لوگوں سے فرمایا اِن کی طبیعت بہت عمدہ ہے۔ اگر اِن کو شوق رہا تو بہت جلد یہ عمدہ شاعر بن جاوینگے۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر اُستاد دیکھتا ہے کہ شاگرد ہونہار ہے تو اُس کا تخلص بھی اُس کی طبیعت کے موافق رکھتا ہے۔ چنانچہ نواب مرزا صاحب کا تخلص اُنھوں نے **داغ** رکھا کچھ ایسی نیک ساعت میں اُنھوں نے آپ کا یہ تخلص رکھا تھا کہ آپ کی ناموری اور شہرت اُس دن سے ترقی ہی کرتی گئی +

جب آپ کی عمر بارہ یا تیرہ برس کی تھی مشاعرے کی طرح پر آپ نے غزل لکھی جس کا ایک شعر یہ بھی ہے +

تک کی زبان پر یہ شعر تھا۔ مشاعرے میں اُس کی داد کو نسا شاعر تھا جس نے نہیں دی۔ کئی کئی بار یہ شعر شاعروں نے آپ سے پڑھوایا اور الفاظ جزاک اللہ اور سبحان اللہ سے تمام مشاعرہ کئی بار گونج گیا تھا۔ مینے اُن دنوں میں سُنا تھا کہ جب مرزا غالب صاحب نے آپ کا یہ شعر سنا تو وجد میں آگئے تھے۔ بار بار اس شعر کو پڑھتے تھے اور خوش ہوتے تھے اور جو کوئی اُن کے پاس آتا تھا اس کو یہ شعر سناتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا شعر لکھا ہے مجکو تڑپا دیا ہے یہ مضمون نہ کہیں سُنا اور نہ دیکھا۔ داغ صاحب نے چند ماہ ہی اصلاحیں لی تھیں کہ وہ ذوق صاحب کے اُن شاگردوں سے سبقت لے گئے۔ جنہوں کی مشق سالہاسال کی تھی۔ اور جن سے ذوق صاحب کو فخر حاصل تھا۔ اب تو وہ بڑے بڑے مشاعروں میں شامل ہونے لگے۔ ہر مشاعرے میں نوجوانوں کو انتظار رہتا۔ کہ کب شمعدان داغ صاحب کے سامنے آوے اور ہم اُن کے اشعار سنیں اور بڑے بڑے استاد بھی اُن کی غزل کو غور سے سننے لگے۔ ایک بار نواب مصطفےٰ خاں صاحب شیفتہ کے مشاعرے میں جو اُنہوں نے غزل پڑھی تھی اُس کا یہ شعر تمام شاعروں نے عمدہ ہونے کی وجہ سے یاد کر لیا تھا۔

شرر و برق نہیں شعلہ و سیماب نہیں　　کس لئے پھر یہ ٹھہرتا دلِ بیتاب نہیں

ایک وقت تھا کہ قلعہ معلےٰ کے دیوان عام میں مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ اور خاص خاص شعرا کی غزلیں بادشاہ سلامت الگ سُنا کرتے تھے۔ عام لوگوں

میری عمر اس زمانہ میں بہت تھوڑی سی تھی۔ لیکن کافیہ پڑھتا تھا۔ چونکہ والد ماجد
اور برادر معظم کو شعر گوئی کا شوق تھا اس سبب سے میرا لگاؤ طبیعت کا بھی شعر
کی طرف ہوگیا تھا۔ جب طبیعت پر زور دیتا جلد دس بیس شعر لکھ لیتا۔ لیکن
مینے کسی کو اطلاع نہ کی کہ میں شعر کہتا ہوں۔ طرح مذکور پر مینے دس پندرہ شعر
موزوں کر لئے تھے اور بادشاہ ذی جاہ کے مصرعہ پر بھی مینے مصرعہ چسپاں کیا
تھا۔ مینے ایک روز والد ماجد سے یہ گزارش کی کہ کوئی سبیل ایسی بھی نکل
سکتی ہے کہ میں چند شعر بادشاہ جہاں پناہ کے حضور میں پڑھ سکوں یہ بات سنکر
والد ماجد ہنسنے لگے اور فرمانے لگے کہ ہم کو پہلے شعر سناؤ تب ہم اس بات کا
جواب دیں گے مینے اپنے شعر ان کو سنائے جنہوں نے پسند کئے اور فرمایا کہ
تم تو خوب کہہ لیتے ہو لیکن مجکو نہیں سنائے۔ برخوردار! بادشاہوں کے حضور
میں پہونچنا آسان کام نہیں ہے اس کے علاوہ حضور میں پڑھنے کے
لئے بڑی جرأت اور لیاقت چاہئے اس لئے یہ خیال محال ہے کہ تم اپنے
شعر بادشاہ کو سناؤ۔ جب مینے دیکھا کہ یہاں تو دال نہیں گلتی معلوم ہوتی تو میں
حضرت قبلہ و کعبہ جناب نواب الٰہی بخش خاں صاحب کی خدمت میں حاضر
ہوا انہوں نے شفقت بزرگانہ کی رو سے میرے سر پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا
نثار علی آج تم کیوں کر آ گئے۔ مینے گزارش کی تکلیف دینے کو حاضر ہوا
ہوں۔ فرمانے لگے اپنے بچوں کے لئے کیا تکلیف ہو سکتی ہے۔ مینے کہا
حال کی طرح پر مینے بھی چند شعر لکھے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ میرے شعر بھی آپ

تمہاری بات کا جواب دیں گے۔ مینے بہت استقلال کے ساتھ اُن کو اپنے اشعار سنائے کہنے لگے شعر بھی تمہارے اچھے ہیں اور پڑھتے بھی تم خوب ہو۔ اچھا ہم جہاں پناہ کے حضور میں تم کو پیش کر کے تمہارے اشعار سنوائیں گے۔ لیکن دیکھنا جھجکنا نہیں مینے التماس کی کہ آپ دیکھ لینگے کہ میں کیسا پڑھتا ہوں۔ مینے جس طرح آپ کے سامنے اشعار پڑھے ہیں اس سے بھی بہتر پڑھونگا۔ فرمایا مشاعرے کے روز آجانا مینے کہا بہت بہتر۔ پھر میں چلا آیا اور کسی سے یہ حال ظاہر نہیں کیا۔ اور مشاعرے کے روز نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ارشاد ہوا برخوردار موقع بہی اچھا ہے کیونکہ میاں داغ بھی آج حضور میں پیش ہوں گے اُن کے بعد تمہاری باریابی ہو جاویگی۔ چنانچہ نواب صاحب کچھ دیر بعد مجکو اندر لے گئے مینے دیکھا کہ حضور جہاں پناہ گاؤ تکیے سے سر لگائے آرام میں ہیں اور ولیعہد بہادر کی گو دیں آپ کے پاے مبارک ہیں اور سامنے چند شعرا موجود ہیں غرضکہ مجکو بھی اُن کے عقب میں کھڑا کر دیا گیا اول غالب صاحب نے غزل پڑھی جنہوں نے ایک ایک شعر اِس عمدگی کے ساتھ پڑھا کہ سُننے والوں کو نقش تصویر بنا دیا اُن کے بعد ذوق صاحب نے اپنی غزل عمدہ طور پر پڑھی جو فی الواقع مرصع تھی جس کا ایک ایک شعر لاجواب تھا اُن کے بعد دو تین اور شاعروں نے اپنی غزلیں پڑھیں۔ اُن کے بعد داغ صاحب پیش ہوئے جو اوّل آداب بجا لائے۔ جنہوں نے غالباً دس یا بارہ اشعار پڑھے جن کا ایک شعر اب تک مجھے یاد

... بعد میرا نمبر آیا۔ میں بھی آداب بجالایا۔ تو الصاحب ممدوح نے ہاتھ باندھ کر جہاں پناہ سے گزارش کی کہ برادر حسین علی فرحت کا لڑکا نثار علی شہرت حاضر ہے اِس کو بچپن میں شعر گوئی کا شوق ہو گیا ہے اگر حکم عالی ہو تو یہ بھی پڑھے بادشاہ سلامت نے یہ بات سنکر میری طرف بغور دیکھا اور فرمایا کہ یہ ننھی سی جان اور شعر کا شوق۔ ہاں پڑھو۔ میں پھر آداب بجالایا اور سات شعر مینے پڑھے۔ جس میں سے میں نے ایک شعر میں طرح مذکورہ پر مصرعہ چسپاں کیا تھا پس اُن میں کے دو اشعار جب مجھے یاد ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں +

کہاں جائیں کدھر جائیں نہیں بنتی کہیں اپنی
کبھی ہم دیر سے بھاگے کبھی کعبے سے ہم نکلے

بنایا دشمن اپنا دے کے دل اُس دشمنِ جاں کو
کوئی دشمن نہیں ہے اپنا دشمن آپ ہم نکلے

حضور جہاں پناہ نے جب میرے کُل اشعار سُن لیئے تو فرمایا الحمد للہ۔ فرحت نے اپنے بچے کو عمدہ تعلیم دی ہے پھر دربار برخاست ہوا میں اپنے گھر آیا تمام حال والد ماجد سے کہہ سنایا۔ حضرت قبلہ دانتوں میں انگلی دے کر فرمانے لگے ہم سے تو کہا ہوتا کہ جہاں پناہ کے حضور میں جاؤں گا۔ تم نے اپنے اشعار کی اصلاح بھی نہ لی یونہی پڑھ دئے تم کو ایسی دلیری اور جرأت نہیں چاہیئے +

مجکو کچھ حال تو مُحبت سُنا تو اپنا

یہ شعر بھی اُن دنوں بہت سے شعرا کی زبان پر رہا ہے پھر دوچار برس کے بعد تو داغ صاحب مشاعروں کی جان بن گئے اُستادوں کے بعد آپ کا نمبر تھا ہر مشاعرے کے بعد سخندان کہتے تھے کہ اِس طرح میں داغ کے کئی شعر نہایت عمدہ تھے اور ذوق صاحب کے شاگردوں میں آپکا اوّل نمبر گنا جاتا تھا۔ غدر سے پہلے کی تصانیف داغ صاحب کی ضایع ہو گئیں اگر وہ ہوتیں تو موجودہ دیوان اُس کے سامنے پانی بھرتے۔ کیونکہ وہ تصانیف آغازِ شباب اور ذوق و شوق کے زمانے کی تھیں۔ لیکن پھر بھی دیکھ لیجئے کہ آپ کے اشعار عمدگی اور شوخی میں سب سے فوق لے گئے ہیں۔

جب ذوق صاحب نے ۱۲۷۱ھ میں انتقال کیا تو داغ کی نام آوری اور زباندانی کی شہرت اور بھی بڑھ گئی اِس لئے کہ ذوق کے شاگردوں میں آپ سے زیادہ اور کوئی نہ تھا اب یہ نوبت آئی کہ قلعہ معلےٰ میں بہت سے شاہزادے آپ سے اصلاح لینے لگے۔ کچھ عرصہ ہی گذرا تھا کہ غدر پڑ گیا۔ شہر و قلعہ برباد ہو گیا لوگ باہر نکل گئے۔ جب سب امن چین ہو گئی اور تمام لوگ شہر میں آ بسے تو شعرائے دہلی نے دہلی کی تباہی کے متعلق شہر آشوب لکھا داغ صاحب نے بھی ایک نظم لکھ کر سخندانوں کے حوالے کر دی جو فی الحقیقت لاجواب ہے۔ اور جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ داغ گل و بلبل کے ہی دُکھڑے اپنے اشعار میں رویا کرتے تھے بلکہ وہ اُن نظموں کے لکھنے

نہیں رہتا اِس لئے کہ داغ کی خلقت میں وہ شاعری بھری ہوئی تھی جو بہت بڑے جذبات اور عمدہ خیالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور جس کا مشاق آخر کو بادشاہ سخن مانا جاتا ہے۔ داغ کی نظم مذکور نے اچھی طرح بتا دیا تھا کہ وہ اِس نظم لکھنے میں سب سے اوّل ہیں یا یوں کہو کہ نیچرل نظم کی بنیاد داغ نے ہی ڈالی تھی۔ اور شاعروں کو دکھایا تھا کہ فقط غزل ہی ہمارا سرمایہ شاعری نہیں ہے۔ بلکہ بعض بعض نظمیں ملک کے دل کو ہلانے والی اور بے چین کرنے والی ہیں اور ظاہر کرنے والی ہیں کہ وہ اِس روش اور اِس رنگ میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ شہر آشوب کی نظمیں بہت سے شاعروں نے لکھی ہیں لیکن اِن کی ہی وہ نظم ہے کہ شاعروں کو حیرت میں ڈالتی ہے اور اِس کے مضامین ہر وقت پڑھنے والوں کو رُلانے اور ماتم کرنے پر آمادہ کرتے ہیں جس کے شعروں میں جادو بھرے ہیں جو غور سے پڑھتا ہے بیتاب ہو جاتا ہے۔ اِس موقع پر ضروری ہے کہ میں اُس نظم کو شعرائے ہند کے سامنے پیش کروں تاکہ میرے قول کی صداقت ہو*

شہر آشوب کے متعلق داغ صاحب کی نظم

فلک زمین و ملایک جناب تھی دہلی — بہشت و خلد سے بھی انتخاب تھی دہلی
جواب کاہے کو تھا لاجواب تھی دہلی — مگر خیال سے دیکھا تو خواب تھی دہلی

پڑی ہیں آنکھیں وہاں جو جگہ تھی نرگس کی
خبر نہیں کہ اُسے کھا گئی نظر کِس کی

یہ شہر وہ ہے کہ انسان و جان کا دل تھا — یہ شہر وہ ہے کہ ہر قدر دان کا دل تھا
یہ شہر وہ ہے کہ ہندوستان کا دل تھا — یہ شہر وہ ہے کہ سارے جہان کا دل تھا

رہی نہ آدھی یہاں سنگ و خشت کی صورت
بنی ہوئی تھی جو سارے بہشت کی صورت

یہاں کی شام تھی مانند صبح نورانی — یہاں کے ذرّے میں تھی مہر کی درخشانی
یہاں کے سنگ سے تھا تیرہ لعلِ رُمّانی — یہاں کی خاک سے ہوتا تھا آئنہ پانی

یہ شہر وہ ہے کہ سایہ بھی نور تھا اِس کا
چراغ رشکِ تجلیِ طور تھا اِس کا

فلک تھا خوبی و حُسن و جمال کا دشمن — صباحِ عشرت و شامِ وصال کا دشمن
عدوے اہلِ کمال اور کمال کا دشمن — غضب ہے اب تو ہوا جان و مال کا دشمن

یہ مفت بر جو تلاشی ہے نقدِ جاں کے لئے
خضر بھی روئینگے اب عمرِ جاوداں کے لئے

یہ پورہ ہے نہیں آئے خدا کا قہر آیا

زباں سے کہتے ہوئے آئے دینِ دین لعیں
جو مانا دین کوئی تھا تو کوئی گنگا دیں

وہ جانتے ہی نہ تھے چیز کیا ہے دین مبیں
کئے ہیں قتل زن اور بچے کیسے کیسے حسیں

روا نہ تھا کسی مذہب میں جو وہ کام کیا

غرض وہ کام کیا کام ہی تمام کیا

عجیب شکل گل و گلستاں نظر آئی
پڑیں جدھر کو نگاہیں خزاں نظر آئی

جب اٹھ کے تا مژہ خوں چکاں نظر آئی
تو کوئی عیش کی صورت نہ یاں نظر آئی

وہ گل رخانِ سمن بر کے قہقہے نہ رہے

وہ بلبلانِ خوش الحاں کے چہچہے نہ رہے

فلک نے قہر و غضب تاک تاک کر ڈالا
تمام پردہ ناموس چاک کر ڈالا

یکایک ایک جہاں کو ہلاک کر ڈالا
غرضکہ لاکھ کا گھر اس نے خاک کر ڈالا

جلیں ہیں دھوپ میں شکلیں جو ماہتاب کی تھیں

کھچیں ہیں کانٹوں میں جو پتیاں گلاب کی تھیں

کھلایا زہر ستمگر نے پان کے بدلے
پلایا خونِ جگر پیچوان کے بدلے

نصیب دار ہوئی ہے نشان کے بدلے
ملا نہ گور گڑھا بھی مکان کے بدلے

یہ دعوتِ فلکِ کینہ ساز تو دیکھو

پھر اس پہ اس ستم آرا کے ناز تو دیکھو

زمیں کے حال پہ اب آسمان روتا ہے
ہر اک فراق مکیں میں مکان روتا ہے

کھوئے پھٹے ہیں چشمِ پُرآب کی صورت
شگفتہ کاسۂ سر ہیں حباب کی صورت
لٹے ہیں گھر دلِ خانہ خراب کی صورت
کہاں یہ حشر میں تو یہ عذاب کی صورت

زبانِ تیغ سے پرسش ہے داد خواہوں کی
رسن ہے طوق ہے گردن ہے بیگناہوں کی

یہ وہ جگہ ہے کہ عبرت پہ عبرت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے کہ حسرت پہ حسرت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے کہ آفت پہ آفت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے کہ شامت پہ شامت آتی ہے

یہ وہ جگہ ہے جہاں بیکسی بھی ڈر ڈر جائے
یہ وہ جگہ ہے اجل خوف کھا کے مر جائے

برنگ بوئے گُل اہلِ چمن چمن سے چلے
غریب چھوڑ کے اپنا وطن وطن سے چلے
نہ پوچھو زندوں کو بیچارے جس چلن سے چلے
قیامت آئی کہ مُردے نکل کفن سے چلے

مقامِ امن جو ڈھونڈا تو راہ بھی نہ ملی
یہ قہر تھا کہ خدا سے پناہ بھی نہ ملی

جو تھی تو افعیِ کاکل کے زہر کی گرمی
جو تھی تو شعلہ عذارانِ شہر کی گرمی
نہ دیکھیں جو نگہِ چشم و قہر کی گرمی
اُٹھائیں ہائے وہ جلتی دوپہر کی گرمی

طپش سے ریگِ بیاباں بھی آفتاب ہوئی
زمیں مگر کرۂ نار کا جواب ہوئی

جگہ جگہ تھے زمیندار کی صورت
چڑھے ہی آتے تھے سر پر بخار کی صورت
بلا سے کم نہ تھی ہر اک گنوار کی صورت
چھپی نہ اُن سے پر اہلِ دیار کی صورت

کسی طرح کسی پہلو سے کل نہیں آتی　　پکارتے ہیں اجل کو اجل نہیں آتی

جو سر کو پھوڑیں تو پتھر پرے سرکتے ہیں

جو سوئیں کانٹوں پہ کانٹے الگ کھٹکتے ہیں

پیادہ پا ہوں رواں شہسوار صد افسوس　　لہو کے گھونٹ پئیں بادہ خوار صد افسوس

ذلیل و خوار ہوں لعلِ وقار صد افسوس　　ہزار حیف دلِ بے قرار صد افسوس

جھکے ہیں بارِ الم سے تنے ہوئے کیسے

بگڑ گئے ہیں یکایک بنے ہوئے کیسے

بنا ہے خالِ سیہ رنگ مہ جمالوں کا　　دوتا ہوا ہے قدِ راست نونہالوں کا

جو زور آہوں کا لب پر تو شور نالوں کا　　عجیب حال دگرگوں ہے دلی والوں کا

کوئی مراد جو چاہی حصول ہی نہ ہوئی

دعاے مرگ جو مانگی قبول ہی نہ ہوئی

غضب ہے بخت بد ایسے ہمارے ہو جائیں　　کہ لیں جو لعل و گہر سنگ پارے ہو جائیں

جو دانہ چاہیں تو خرمن شرارے ہو جائیں　　جو مانگیں پانی تو دریا کنارے ہو جائیں

پئیں جو آبِ بقا بھی تو زہر ہو جائے

جو چاہیں رحمتِ باری تو قہر ہو جائے

جہاز ایسا تباہی میں آ گیا اپنا　　ملا نہ تحتِ ثریٰ تک کہیں پتا اپنا

رہا نہ آہ زمانے میں آشنا اپنا　　بجز خدا کے نہیں کوئی ناخدا اپنا

کسی سے ڈوبے ہوئے ایسے کب نکلتے ہیں

یہ اہلِ سیف و قلم کا ہو جب کہ حال تباہ

کمال کیوں نہ پھرے دربدر کمال تباہ

کہانتک آہ لکھوں اِس کا حال بربادی کہانتک آہ کہوں آسماں کی جلادی

کسی کو قیدِ محن سے نہیں ہے آزادی کہ داغ داغ ہے دل ہر کوئی ہے فریادی

الٰہی پھر اُسے آباد و شاد دیکھیں ہم

الٰہی پھر اِسے حسبِ مراد دیکھیں ہم

جب قلعہ معلےٰ خالی ہو گیا اور بادشاہ رنگون بھیجے گئے تو داغ کا دل دہلی میں گھبرایا اور کیوں نہ گھبراتا قلعہ معلےٰ میں اُن کی خوب گزرتی تھی شاہزادوں کی صحبت میں اُن کو دن عید اور رات شبِ برات تھی کہ یک لخت کچھ بھی نہ رہا۔ آپ نے دل میں ٹھائی دہلی غمکدہ بنی ہوئی ہے۔ یہاں سے کہیں نکل چلئے آپ ہمارے برادر مخدوم جناب برادر حکیم **ولایت علی خاں** صاحب خلف ارشد عالی جناب حکیم **سعادت علی خاں** صاحب کے پاس آنولہ (ضلع بریلی) تشریف لے گئے یہ وہی جناب حکیم سعادت علیخاں صاحب ہیں جو ایک زمانہ میں وزیر اعظم ریاست رام پور تھے اور غدر کے ایام میں آپ جرنل افواج ریاست رام پور کے معزز عہدے پر ممتاز تھے۔ جنھوں نے اپنی اعلےٰ لیاقت اور شجاعت کی وجہ سے غدر میں رام پور اور مرادآباد اور بریلی کے خزانوں کو محفوظ رکھا اور آپ نے ہی ناناراؤ کا مقابلہ کر کے اُس کو شکست دی تھی اور آپ نے ہی فیروز شاہ کو شکست دے کر بھگایا تھا چنانچہ اِس خیر خواہی کے صلے میں آپ کو از طرف

ہر وقت بچھائی پر سوار رہتا تھا اُس سے نجات حاصل ہوتی۔ آنولہ میں ہی آپ کو خیال آیا کہ رام پور سے تعلق پیدا کیجئے۔ چونکہ آپ برادر مخدوم کے مہمان تھے۔ جن کا تعلق ریاست مذکور سے اعلےٰ درجے کا تھا۔ چنانچہ ذکر کرنے کی دیر تھی۔ انہوں نے ایسے اسباب نکال دئے جس کے سبب سے داغ صاحب کو عمدہ سفارش ہو گئی۔ برادر مخدوم اہل کمال کے بڑے قدر دان ہیں بھلا داغ صاحب اُن سے کیونکر محروم رہتے۔ ایک عرصے کے بعد داغ صاحب جناب برادر حکیم ولایت علی خاں صاحب سے رخصت ہو کر دہلی میں آئے۔ اور رام پور جانے کی تیاریوں میں سرگرم ہوئے ؞

داغ صاحب کا رام پور تشریف لیجانا

داغ صاحب دہلی کے احباب سے رخصت ہو کر بہت آرزوؤں۔ اور امیدوں کے ساتھ رام پور پہنچے۔ اُس وقت ریاست رام پور کے حکمران جناب نواب **یوسف علیخاں** صاحب بہادر تھے جو داغ کے ساتھ نہایت خُلق اور محبت کے ساتھ پیش آئے اگرچہ نواب صاحب ممدوح مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ لیکن داغ صاحب کی قدر دانی میں نواب صاحب ممدوح نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی۔ ایک عرصے کے بعد حسب الحکم نواب صاحب بہادر نواب کلب علی خاں صاحب ولیعہد سلطنت کے مصاحب خاص آپ مقرر ہوئے۔ جب

اِس امر کے کہ علمائؤ فضلا و شعرا کا مخزن تھا اور تمام اہل کمال سے وہ معمور تھا اُنکی
صحبت کی وجہ سے داغ صاحب قلعہ معلّےٰ کو بھول گئے اور نہایت آرام و آسایش
کے ساتھ رام پور میں رہنے لگے۔ آپ کے لئے کیا اچھا موقع تھا کہ شاعری سے
آپ کا دل سے لگاؤ تھا۔ تمام شعراے لکھنؤ وہاں موجود تھے۔ شب و روز۔ اسیر۔ امیر
مینائی۔ منشی امیر اللہ تسلیم۔ جلال لکھنوی۔ خواجہ فلق وغیرہ سے ہم صحبت رہتے تھے
ایسے مجمع میں داغ کا پہونچنا اُن کی خوش لیاقتی۔ نیک نامی۔ ناموری سخندانی کے
اظہار کا عمدہ ذریعہ تھا۔ داغ اِس مجمع میں اکیلا اپنی خوش لیاقتی اور اعلےٰ سخندانی
کے سبب دن بدن ترقّی کرتا چلا گیا اور دربار میں کوئی فی نکلنے نہ پائی اور کیوں نکلتی
داغ صاحب دہلی کے دربار کا عمدہ رنگ دیکھ گئے تھے۔ اِس کے علاوہ زبان
میں وہ شوخی اور ملاحت اور کلام میں وہ فصاحت کوٹ کوٹ کر بھری تھی کہ جس
محفل میں گئے اپنا ہی رنگ جما کر آئے اور یہ بھی مجھے ظاہر کرنا چاہئے۔ داغ ایک
مرنجاں مرنج شخص تھے کسی کی گھٹی بڑھی سے اُن کو کام نہ تھا نہ کسی سے چشمک
اور نہ کسی سے کاوش رکھتے تھے اور نہ کسی سے ایسی بہت محبّت کہ آئندہ وہ مخالفت
سے بدل جاوے دوستوں کے دوست یاروں کے یار تھے۔ شکوہ و شکایت کو بُرا
جانتے تھے جس سے ملاقات ہو اُس کے برخلاف ایک لفظ سننا نہیں چاہتے تھے۔
یہی سبب تو تھا کہ آپ کے معاصر آپ کے حریف آپ سے خوش تھے اور آقا کو بھی آپکی
سے دلی محبت تھی آپ کو آنکھوں میں رکھتے تھے اور یہ تو آپ کی عادت قدیم تھی
جس ریاست میں رہے وہاں کے پولٹیکل آدمیوں سے الگ رہے۔ اُن سے
کوئی تعلق نہ رکھا اور نہ کسی پارٹی میں منسلک ہوتے تھے۔ آپ کی عادت

میجر ہز ہائینس نواب محمد حامد علیخاں بہادر والی رامپور

بڑے شہروں سے شاگردوں کی غزلیں اصلاح کے لئے کم سے کم دس بیس روز آتی تھیں تھوڑی دیر میں آپ اصلاح دے ڈالتے تھے کسی کی غزل کو نہیں ٹالتے تھے۔ اخلاق کا یہ حال تھا جو کوئی غزل اصلاح کے لئے (خواہ واقفیت ہو یا نہو) بھیجدیتا تھا آپ اصلاح دے کر اُس کے پاس بھجوا دیتے تھے۔ لاہور میں جو نوجوان میرے پاس غزلوں کی اصلاح کے لئے آتے رہتے ہیں۔ چند سے، کئی بار مینے سنا کہ اگر داغ صاحب کے پاس ہم غزل اصلاح کے لئے بھیج دیتے ہیں تو غزل اصلاح ہو کر جلد آجاتی ہے۔ کبھی کسی سے نہیں سنا کہ کسی نے داغ صاحب کو غزل بھیجی ہو اور وہ اصلاح ہو کر واپس نہ آئی ہو۔ مساں کر کے ایک دو گھنٹے اِس کام میں آپ مصروف رہا کرتے تھے دس بیس غزلیں شاگردوں کی درست ہو جاتی تھیں۔ تصنیف کا بھی یہ حال تھا کہ غزلوں کی غزلیں اِس طرح کہہ دیتے تھے کہ گویا باتیں کر رہے ہیں۔ رام پور میں اگرچہ آپ دوستوں کے ساتھ ہنسی خوشی رہتے تھے اور نواب خلد آشیاں آپ سے کمال محبت رکھتے تھے لیکن بباعث وطن دہلی کی یاد آپ کے دل سے نہ جاتی تھی۔ دہلی کو آپ بہت یاد کیا کرتے تھے اور اُس کے فراق میں شعر بھی لکھا کرتے تھے ۔

ہر چند رام پور میں گھبرا رہا ہے داغ کس طرح جائے **کلب علیخاں** کو چھوڑ کر

سنہ ۱۳۰۴ھ میں جب میں کشمیر سے دہلی آیا دل نے چاہا رام پور کی سیر کیجئے۔ جو اس وقت شعراء اور فضلا کا گلدستہ بنا ہوا ہے چنانچہ احباب کے ساتھ میں رام پور پہنچا داغ صاحب سے مدت کے بعد ملنے کا اتفاق ہوا۔

روزے کا موقع ہوتا تھا۔ ایک روز مینے داغ صاحب سے کہا کہ مینے اپنے آپ کو شاعر نہیں بنایا (گو طبیعت نامراد شاعرانہ رکھتا ہوں) اگر مجکو فرصت ہوتی تو مَیں ایسا شاعر نہ بنتا جیسا کہ آپ بنے ہوئے ہیں۔ مَیں اپنی نظموں سے قوم کی رہنمائی کا کام لیتا نہ فقط یہی بلکہ پولیٹکل اور سوشیل کے دقایق کو نظم کا لباس پہناتا جس سے پولیٹیشن فائدہ حاصل کرتے۔ داغ صاحب نے میری تقریر کو غور کے ساتھ سنا اور فرمایا دوست تم سچ کہتے ہو لیکن کیا کروں ایک کام اپنے ذمّے لیا ہے۔ وہ ہی پُورا نہیں ہوتا۔ مینے کہا وہ کام کیا ہے فرمانے لگے کہ جس طرح کان میں سے جواہر نکلتے ہیں اسی طرح قلعہ معلّے اور دہلی میں سے اردو نادر زبان نکلی ہے جس کے محاورے لال و یاقوت کو پرے بٹھاتے ہیں۔ پس کوشش یہ ہے کہ دہلی کی شُستہ و رفتہ زبان تمام ہندوستان میں پھیل جاوے اور ہر شہر میں ایسی ہی اردو زبان بولی جاوے۔ جیسی کہ دہلی میں بولی جاتی ہے گو مجکو اس امر میں بہت کامیابی ہوئی ہے لیکن ابھی اس امر کی تکمیل نہیں ہوئی ہے۔ دو آدمی خاص اس امر کے لئے متعین کر رکھے ہیں کہ جو روز ڈاک میں ہندوستان کے شہروں سے اصلاح کے لئے غزلیں آویں وہ بعد اصلاح روانہ کر دی جایا کریں۔ پیارے شہرت اگر تمام ہندوستان کی زبان دہلی کے مطابق ہو جاوے تو یہ بھی بہت بڑا کام ہے۔ گو مَیں اپنے خیالات کا پکا ہوں لیکن داغ صاحب کی یہ جواب رائے مجکو نہایت پسند آئی اور سمجھا کہ داغ صاحب بہت بڑا کام کر رہے ہیں +

جس طرح داغ صاحب نے غزل میں اپنا نیا رنگ پیدا کیا ہے اور عمدہ

مشک و عنبر کی طرح اُس میں بھر دئیے یہ کام اُنہیں کا تھا جو اُنہوں نے انجام دیا ہر ایک کا یہ کام نہیں ہے چونکہ وہ قادر سخن کیا بادشاہ سخن تھے ایسے ایسے مشکلات میں قدم رکھا اور آخر کار کامیابی کی منزل پر پہونچے۔ حضور نواب کلب علیخاں صاحب بہادر خلد آشیاں کی شان میں جو آپ نے قصیدہ لکھا ہے وہ درج ذیل کیا جاتا ہے جو خوبہاے مذکور سے مالامال ہے اور جسنے نیچرل طور پر عیش کا فوٹو کس عمدگی کے ساتھ کھینچا ہے +

قصیدہ

ہے روز جشن کیوں نہ کرے روزگار عیش
ایک ایک غم کے بدلے ہیں سو سو ہزار عیش

رنگیں نشاط سے ہے سپید و سیاہ دہر
ہے ابلقِ زمانہ پہ گویا سوار عیش

اِس غم کدے کو چرخ نے عشرتکدہ کیا
اب دیکھئے دکھائے گا کیا کیا بہار عیش

سارے اسیر درد والم غم سے چھُٹ گئے
طوقِ گلو کے بدلے گلے کا ہے ہار عیش

اہلِ زمیں کو زیرِ فلک جوششِ نشاط
آسودگانِ خاک کو زیرِ مزار عیش

اللہ رے اب کی گرمیِ ہنگامۂ سرور
کیا کیا نکالتا ہے دلوں کا بخار عیش

رحمت سے حق کے دُور نہیں جنتی کی طرح
گر آج دوزخی کو ملیں بے شمار عیش

لکھا کسی نے بھُولکے گر کوئی حرفِ غم
نکلا زبانِ خامہ سے بے اختیار عیش

لانے لگا نہالِ محبت گُلِ مراد
مینائے نخلِ غم کے لئے برگ و بار عیش

دیکھا جو مینے حال زمانہ کا اِس طرح
یعنے کہ اک جہاں کا ہوا کاروبار عیش

حیراں ہوا کہ بارِ خدا ماجرا ہے کیا
دیتا ہے کس کو یہ فلکِ کینہ کار عیش

مجھ سے کہا یہ دل نے کہ حیراں ہے کسلیئے
دنیا میں ہیں ہزار طرح کے ہزار عیش

یہ بھی کوئی گھڑی تھی خوشی کی کہ آگئی
غم اڑ گیا جہاں سے ہوا غمگسار عیش

تو غمزدہ ہے آپ سے ناداں کس لئے
کر تو بھی خوب عیش جو ہو سازگار عیش

گزرے جو دم خوشی سے تو غافل گزار دے
ہوتا ہے کسکے واسطے یاں بار بار عیش

گر عیش ہو نصیب تو بندہ ہے عیش کا
خصلت تری نشاط ہو تیرا شعار عیش

گر بس چلے تو ہاتھ سے مینا سے مے نہ رکھ
جی بھر کے خوب پی کہ جو ہو خوشگوار عیش

ٹھہرے جو کوئی دم تو غنیمت سمجھ اسے
عاشق کے دل کی طرح سے ہے بیقرار عیش

اور انقلاب دہر سے کر غم سے اجتناب
غم دل سے دور پھینک کے کر استوار عیش

یہ دوستی کرے تو اسی کی ہے دوستی
گر دوستدار ہے تو ترا دوستدار عیش

لیکن بشر کو چاہیئے انجام کا خیال
اِس پر رہے نظر کہ ہے ناپائدار عیش

غم بھی خوشی کے ساتھ ہے انساں کیواسطے
اس پر نہ بھول تو کہ ہوا خوب یار عیش

معشوق و بادہ سیرِ چمن بزمِ دوستاں
دنیا میں چار دن کے لئے ہیں یہ چار عیش

تکیہ نہ کر تو اسپہ کہ دایم رہوں گا شاد
یہ عیش چار دن کا ہے بے اعتبار عیش

تدبیر کوئی چاہیئے عیشِ دوام کی
تقدیر سے نصیب ہوں تجکو ہزار عیش

کر مدح اس رئیسِ ذوی الاقتدار کی
جس کی ثنا سے ہو تجھے اب سازگار عیش

جمشید عصر کلب علیخاں فلک جناب
ہوتا ہے جس کی ذات سے صاحب وقار عیش

مطلع

ہیں دست بستہ واسطے تیرے ہزار عیش
تیری خوشی بطبع تو خدمت گزار عیش

اللہ رے تیرے نشہ کی سرشاری سرور
جس کا اُتار عیش ہے جسکا خمار عیش

ٹھیرا ازل سے تا بہ ابد تیرے واسطے
کرتا ہے ورنہ چار گھڑی کب قرار عیش

مرہم پذیر عہد میں تیرے ہوا تمام
جمشید کے زمانہ میں تھا دل فگار عیش

دیکھا جو آنکھ اُٹھا کے تو آئی نظر خوشی
ہے تیرے روے صاف کا آئینہ دار عیش

ہے روشنی جہاں میں نشاط و سرور کی
چمکا ہے تیرے عہد میں خورشید وار عیش

آکر ترے زمانے میں اُسکے کُھلے نصیب
مدت سے کھینچتا تھا پڑا انتظار عیش

کیا خانقاہ و میکدہ عشرتکدے ہیں سب
صوفی کریں خوشی تو کریں بادہ خوار عیش

ہے رنگ رنگِ عیش مگر تیرے عہد میں
ہے رند گر کہیں کہیں پرہیزگار عیش

تیری زباں ملی کہ جہاں ہو گیا نہال
رہتا ہے تیرے حکم کا امیدوار عیش

اس کا کہیں نشان تو کیا نام ہی نہ تھا
تُو نے کیا ظہور ہوا آشکار عیش

پوری پڑے نہ محفلِ جمشید میں کبھی
جب تک نہ تیری بزم سے لے مستعار عیش

رہنا بہشتیوں کو ہو جنت میں اک عذاب
گر خلد سے ہو بزم کا تیرے دوچار عیش

مستِ شراب عیش ہیں سب تیری بزم میں
اک ہوشیار ہے تو بہت ہوشیار عیش

جز عیش کس کو بار تیری بارگاہ میں
ہے عیش ہی کے واسطے لوٹے بہار عیش

شمعِ جمال پر ترے پروانہ ہے خوشی
جامِ نشاط ہی سے ترے بادہ خوار عیش

کیا تیرے بزم عیش کی کیفیتیں لکھوں
جس جا ہو بے حساب خوشی بے شمار عیش

دن عیش رات عیش سحر عیش شام عیش
گر دوستدار عیش گہے غمگسار عیش

ہے لاکھ لاکھ جان سے صدقے ترے خوشی
ہے لاکھ لاکھ جان سے تجھ پر نثار عیش

آرام کیوں رہے نہ رعیت کو بے شمار
سرکار میں حضور کے ہے اہلکار عیش

کرتا ہوں اب دعا پہ قصیدے کو ختم میں
شاید کہ اس دعا سے ہو میرا بھی یار عیش

پھولیں پھلیں نہ عیش میں بھی تیرے مدعی
ہو تیرے دشمنوں کے کلیجے میں تار عیش

جلتے ہیں تیرے عیش سے از بس بہت حسود
بنتا ہے اُن کی جان کا برق و شرار عیش

پھٹکے نہ پاس جب سے ترے دوستوں کے رنج
یوں تیرے دشمنوں سے کرے زینہار عیش

جب تک رہے جہاں میں یارب خوشی کی دھوم
جب تک خوشی کے ساتھ رہے نامدار عیش

جب تک رہے زمانہ الٰہی پئے نشاط
جب تک ہو روزگار پئے روزگار عیش

جب تک ہے آسماں کے لئے گردشِ سعید
جب تک اِس آسماں سے کریں تجدید عیش

جب تک رہے یہ باغ جہاں اِک بہار پر
جب تک کرے ہزار چمن میں ہزار عیش

یارب رہے ہمیشہ ہم آغوش عیش سے
تو ہم کنار عیش ترا ہم کنار عیش

یہ داغ مدح خواں ہے غمخوار و جاں نثار
ہوں اسکو اِک نگاہ سے تیرے ہزار عیش

رام پور میں آپ کو یکایک خیال ہوا کہ کلکتہ چلئے۔ حضور نواب صاحب خلد آشیاں سے رخصت حاصل کی اور کلکتہ کی طرف روانہ ہوئے راستے کے بڑے بڑے شہروں میں تار کے ذریعہ سے خبر ہوئی کہ داغ صاحب کلکتہ جاتے ہیں بہت سے شہروں کے [illegible] اسٹیشنوں [illegible] کے لئے

اُن کے ہاں مہمان بنے اُنہوں نے خیال کیا ہمارے کہاں نصیب کہ داغ ہمارے گھر آئیں ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

پٹنہ میں بھی آپ کا قیام ہوا عمائدین اور شعراء آپ سے مل کر اور آپ اُن سے مل کر بہت خوش ہوئے آخر کار پٹنے سے روانہ ہو کر آپ کلکتے میں پہونچے۔ جس کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے کیونکہ کئی دلیاں اُس کے اندر بستی ہیں البتہ یہ کمی ہے کہ دہلی جیسے مذاق کے لوگ وہاں نہیں بستے۔ داغ صاحب نے کلکتہ کی یادگار میں ایک مثنوی لکھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں ایک شاعرہ حجاب نامی سے آپ کو محبت ہو گئی تھی جس کے فراق میں آپ نے مثنوی فریاد داغ لکھی ہے جو باعتبار فصاحت اور باعتبار آمد مضامین آنکھوں پر رکھنے کے قابل ہے آپ کے پہونچتے ہی کلکتہ میں دھوم دھام کا مشاعرہ جاری ہوا۔ بڑے بڑے شعراء مشاعرے میں شامل ہو کر اپنی تصانیف سناتے تھے اور داغ صاحب کی غزل سنتے تھے اور جنکی زبان سے یہی نکلتا تھا جیسا داغ کو سُنا تھا ویسا ہی پایا۔ کلکتہ اور اُس کے عمائدین کی آپ بہت تعریف فرمایا کرتے تھے اس لئے کہ اوّل تو کلکتہ کے تعلیم یافتہ اور مہذب لوگ ہیں اس کے علاوہ مٹیابرج میں جو شاہ اودھ کا خاندان تھا اُس کے معزز رکن مشاعرے میں آکر داغ کی ملاقات اور اُن کے اشعار سے محظوظ ہوتے تھے۔ اور کلکتے سے چلتے ہوئے آپ نے ایک غزل لکھی تھی جس کا یہ

ہیں +

اشعار مثنوی فریاد داغ

میری رخصت کے دن تمام ہوئے — عیش و عشرت کے دن تمام ہوئے

جلد حاضر ہو یہ پیام آیا — اور سر پر مہِ صیام آیا

پھر تو میں ایک دم ٹھہر نہ سکا — دل کی صورت قدم ٹھہر نہ سکا

اِس طرح کس طرح سے رہجاتے — ہوئے باون برس نمک کھاتے

دل خدا نے دیا غیور بہت — تھا یہ پاسِ نمک سے دُور بہت

گر نمک خوار حیلہ گر نکلے — تو نمک پھُوٹ پھُوٹ کر نکلے

یہ شرافت کا مقتضا ہی نہیں — کہ شریفوں سے یہ ہوا ہی نہیں

کب میسّر ہو روزگار ایسا — اور آقا سے نامدار ایسا

کچھ تمنا نہیں رہی مجھکو — کون سی شے کی ہے کمی مجھکو

میری رخصت سے اُنکو حیرت تھی — کہ یہ رخصت نہ تھی قیامت تھی

فکر تشویش رنج تھا غم تھا — عوضِ نغمہ شورِ ماتم تھا

اشک آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے — پاس بیٹھے تو مونہ بنائے ہوئے

وہ جو گھبرائے میری اُف اُف سے — تو یہ کہنے لگے تاسُّف سے

چند وابستہ ہیں ہمارے ساتھ — ورنہ ہو لیتے ہم تمہارے ساتھ

ہم عزیزوں کو چھوڑ دیں کیونکر — سلسلے اِن سے توڑ دیں کیوں کر

دن کے اپنے یہ [illegible] تو باہم — کیا رہے آئے کیا چلے کیا ہم

میں کہاں گریۂ شبانہ کہاں — سر کہاں سنگِ آستانہ کہاں

ابرو کا خیال آتا ہے — عرقِ انفعال آتا ہے

اپنے دلبر کو چھوڑ کر جائیں — ایسے جانے سے کاش مر جائیں

وہ وفادار برملا ٹھیرے — ہمیں قسمت سے بے وفا ٹھیرے

مضطرب ہو کے ہم ٹھہر نہ سکے — ایسے مجبور تھے کہ مر نہ سکے

اہلِ صحبت کو داغ دیکے چلے — اپنے دل کا جنازہ لے کے چلے

کیا کہیں جس طرح سے ہم آئے — ہمہ تن حسرت و الم آئے

میرے ہمراہ میر قطب الدین — اشک ریزاں بہ حالتِ غمگیں

میرے غمخواریوں سے کام انہیں — میری دلداریوں سے کام انہیں

وہ میرے دل کو اس طرح لائے — کوئی گھائل کو جس طرح لائے

کچھ نہ تھی مجکو جسم و جاں کی خبر — نہ زمیں کی نہ آسماں کی خبر

ریل نے دو ہی دن میں پہنچایا — رمضاں ایک دن کے بعد آیا

دست بستہ حضور میں پہنچا — بزمِ عیش و سرور میں پہنچا

مجھ سے دل شاد اک زمانہ ہوا — موردِ لطفِ خسروانہ ہوا

مرضِ غم سے کب افاقہ تھا — دن کو روتے تو شب کو فاقہ تھا

سحری اک زمانہ کھاتا تھا — رمضاں مجھ کو کھائے جاتا تھا

صدمۂ ہجر و کاہشِ غم سے — عید بدتر ہوئی محرم سے

[illegible] ایک عمرِ ناداری | [illegible] بیماریوں کی بیماری
داغ کیوں جبر سے گلے ملتا | کاش یہ قبر سے گلے ملتا
ایسی صحبت ہو دل کو کیا مرغوب | ہجرِ محبوب وصلِ نا مرغوب
سر و ساماں کہاں عسرت میں | خاک اڑنے کو بھی نہیں گھر میں
کھانے پینے سے مجکو نفرت ہے | عید کو رونا کیا مصیبت ہے

ہائے جب زہر بھی نہ پائیں ہم
کیا کلیجہ بڑوں کا کھائیں ہم

جناب نواب کلب علیخاں صاحب بہادر کی زندگی تک داغ صاحب بڑے آرام اور لطف کے ساتھ رام پور میں بسر کرتے رہے لیکن فلک کجرفتار کا کام بگاڑنا ہے وہ یہ لطف یہ عیش اُن کے نہ دیکھ سکا یک لخت یہ قیامت نازل ہوئی۔ کہ جناب نواب کلب علیخاں صاحب کا انتقال ہوگیا اُن لوگوں کے گھروں میں ماتم برپا ہوگیا جو اُن کے ہی سہارے زندگی بسر کرتے تھے اُس وقت رام پور دلی اور لکھنؤ کا بچہ بنا ہوا تھا کیونکہ ہر قسم کے اہلِ کمال یہاں آ گئے تھے یا تو اُنکی شب و روز عیش و عشرت میں گزرتی تھی یا اب نوبت یہ آئی کہ رات دن نالہ و فغاں میں مصروف اِس لئے رہنے لگے کہ قدرداں نہ رہا اب کون رکھے گا اور یہ حالت ہوئی ؎ صبح گر رہ گئے تو شام نہیں ✢

آخرکار نئے انتظام نے اُن لوگوں کو نکالنا شروع کیا جن سے نواب خلد آشیاں کو خاص محبت اور دلچسپی تھی داغ صاحب بھی دل برداشتہ ہوگئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

لڑکا نائب بنایا تو آپ کو رام پور کاٹے کھانے لگا آپ نے رام پور کو الوداع کہی اور دہلی چلے آئے +

زبانِ اُردو

داغ صاحب کے اُستاد حضرت ذوق ملک الشعرا خاقانی ہند شاہ نصیر کے شاگردوں میں سے ہیں لیکن آخر میں اُن کی شاہ نصیر صاحب سے بگڑ گئی تھی۔ شاہ نصیر صاحب پُرانے شاعری کے شیدا تھے اور ذوق اِس میں اپنا نیا رنگ پیدا کرنا چاہتے تھے لیکن اِس امر کا سب کو اقرار ہے کہ شاہ نصیر جگت اُستاد تھے۔ اُن کی زباندانی اور سخندانی نے حیدرآباد دکن اور لکھنؤ میں اُستادی کا ڈنکا بجایا تھا اور جن کے مقابلے پر کوئی نہیں آیا تھا واقعی وہ اپنے زمانے میں اپنا ثانی آپ ہی تھے لیکن خدا لگتی کہی جاوے گی ذوق صاحب نے اردو کا نیا رنگ اِس لئے اختیار کیا تھا کہ معصوم اردو فارسی کے پنجے سے نکل جاوے جسنے اُس پر پورا تصرف کر رکھا تھا اُن کا یہ خیال تھا کہ جب اردو زبان میں نہ فقط زندگی پڑ گئی بلکہ وہ زبانوں کے شمار میں آنے لگی تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ پُورے طور پر اردو زبان نہ لکھی جاے اور فارسی کے محتاج کیوں رہیں۔ اُنھوں نے سمجھ لیا تھا کہ اگر ہم پُورے طور پر اشعار میں اردو زبان کے نادر محاورات کا استعمال کریں تو زیادہ خوبی معلوم ہوتی ہے اور دوسری زبان کی تقلید اور تصرف میں اردو زبان کا خون ہوتا ہے اِس کے علاوہ ذوق صاحب کی رنگین طبیعت اُن کو یہ بھی ہدایت کرتی تھی کہ وہ علاوہ غزل کے اور ڈھنگ کی

اپنے اشعار میں لکھنے لگے تھے جس کے سبب سے اُن کی تصانیف میں وہ رنگینی اور وہ فصاحت پیدا ہو گئی تھی جو اپنی شان میں اِکا اور عمدہ تھی اِس موقع پر اُنھوں نے ایسی نظمیں بھی لکھی ہیں جو بہت سے لوگوں کو نئی معلوم ہوتی تھیں لیکن شعرائے نازک خیال نے اُن کو دل میں جگہ دی تھی آپ نے شبِ ہجر کا فوٹو کیسا عمدہ کھینچا ہے ملاحظہ کیجئے ۔

شب ہجر

کہوں اے ذوق کیا حالِ شبِ ہجر | کہ تھی اِک اک گھڑی سو سو مہینے
نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اِک اندھیر | میرے بختِ سیہ کی تیرگی نے
شبِ غم شمع ساں ہوتی نہ تھی کم | اور آتے تھے پسینوں پر پسینے
یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے | کہ او بے مہر بد اختر کمینے
کہاں مَیں اور کہاں یہ شب مگر تھے | مری جانب سے تیرے دل میں کینے
سو اِس ظلمت کے پردہ میں کئے ظلم | ارے ظالم تری کینہ وری نے
عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج | پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے
حواس و ہوش جو مجھسے قریں تھے | قرینے سے ہوئے سب بے قرینے
مری سینہ زنی کا شور سن کر | پھٹے جاتے ہیں ہمسایوں کے سینے
م اٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا | مجھے بے تابی و بے طاقتی نے
کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سو رہ | بہت الماس کے توڑے نگینے
نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ | بہت سی جان توڑی جانکنی نے

مگر دن عمر کے تھوڑے تھے باقی
لگا رکھے تھے میری زندگی نے

کہ قسمت سے قریبِ خانہ میرے
اذاں مسجد میں دی بارے کسی نے

بشارت مجکو صبحِ وصل کی دی
اذاں کے ساتھ یُمن و فرخی نے

ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر
کہ خوش ہو کر کہا یہ ہی خوشی نے

مؤذن مرحبا بروقت بولا
تری آواز مکّے اور مدینے

اِس نظم میں بھی دیکھ لیجئے کیسے شستہ محاورات لکھے گئے ہیں۔ ایک بار ذوق صاحب اپنے مکان میں تشریف رکھتے تھے ایک شاہزادے صاحب آپ کے پاس آئے اور کچھ باتیں کر کے چلتے وقت یہ فقرہ کہا ۔

نہ تو ہم اپنی خوشی آئے اور نہ اپنی خوشی چلے

وہ یہ کہہ کر کوئی بیس پچیس قدم ہی آگے بڑھے ہونگے کہ آپ نے پھر اُنہیں واپس تشریف لانے کی تکلیف دی۔ وہ واپس آگئے تو ذوق صاحب نے اُن سے کہا ایک شعر سُننے جائیے اُنہوں نے کہا فرمائیے تو آپ نے یہ شعر پڑھا ۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

شاہزادہ صاحب اور دیگر اصحاب اِس شعر کو سُنکر پھڑک گئے۔ آپ نے صاحبِ عالم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ شعر آپ کے ہی اُس فقرے سے زندہ ہوا ہے جو آپ نے فرمایا تھا۔ گویا یہ شعر آپ ہی نے مجھے دیا ہے۔ جب شاہزادے

رہے لیکن اُن کو اپنے خیال مذکور میں عمدہ کامیابی نہیں ہوئی ایک تو اِس سبب سے کہ اِس کوشش کو بہت عرصہ نہیں گزرا تھا دوسرے اُن کے سامنے دوسرے ہم عصر موجود تھے جو فارسی کے حمایتی فارسی کے والہ و شیدا تھے وہ کون جناب مرزا غالب صاحبؒ جن کے اشعار ہیں برائے نام اُردو ہے ورنہ فارسی ہی فارسی بھری ہوئی ہے ملاحظہ کیجئے +

ہوائے سیرِ گُل آئینۂ بے مہریِ قاتل　　کہ ہنگامِ بخوں غلطیدنِ بسمل پسند آیا

تمام شعر میں لفظ آیا اُردو ہے ورنہ سب الفاظ فارسی ہیں اگر آیا کی جگہ آمد لکھ دیا جاتا تو فارسی کا ہی شعر ہو جاتا۔ لیکن اِس امر کا اظہار ضروری ہے کہ جناب مرزا غالب نے بھی آخری عمر میں ذوق صاحب کی رائے مذکور کو مانا تھا۔ بعد غدر جب اُنہوں نے دیکھا کہ اُردو کا پالنے اور تعلیم دینے والا کوئی نہیں رہا اور یہ یتیم ہو گئی ہے پس بہتر یہ ہے کہ جو خوبیاں اِس میں ہیں اُن کو شایع کیا جاوے۔ تاکہ یہ زندگی پائے۔ اُنہوں نے عودِ ہندی شایع کی جس میں اُردو کے شستہ محاورے موجود ہیں +

ایک روز میں مرزا غالب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت آپ کھانا نوش فرما رہے تھے میں مؤدب ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا آپ نے ایک رنگ طرح میری طرف پھینکا کہ اِس سے شغل کیجئے۔ چونکہ رمضان کا مہینا تھا اور مجھے روزہ تھا میں نے اُس رنگ طرح کو ہاتھ نہیں لگایا۔ آپ تاڑ گئے اور فرماتے کیا ہیں۔ "ہاں آپ مولوی ہو گئے ہیں" میں ہنسا تو آپ بھی مسکرانے لگے۔ جب آپ کھانا نوش فرما چکے تو جو قلمی رسالہ آپ کے سامنے رکھا تھا اُس میں کچھ بنانے

نکال رہا ہوں اور شستہ اردو الفاظ اِس میں ڈال رہا ہوں۔ مینے ادب کے ساتھ گزارش کی آپ کا دیوان بھی تو فارسی سے مالامال ہے فرمانے لگے وہ جوانی کی نازک خیالیاں ہیں شہرت بعض شعر تو ایسے ادق میری قلم سے نکل گئے ہیں۔ کہ میں اب اُن کے معنے خود نہیں بیان کر سکتا۔ پھر فرمانے لگے دہلی والوں کی جو اردو ہے (جس کو مُشک وعنبر کہنا چاہئے) اُس کو ہی اشعار میں لکھنا چاہئے۔ آخر عمر میں ہماری تو یہی رائے قایم ہوئی ہے۔ مینے ادب کے ساتھ گزارش کی داغ کی اُردو کیسی ہے فرمانے لگے ایسی عمدہ ہے کہ کسی کی کیا ہو گی۔ ذوق نے تو اُردو کو اپنی گود میں پالا تھا داغ اُس کو نہ فقط پال رہا ہے۔ بلکہ اُس کو تعلیم دے رہا ہے +

ظاہر ہے اردو زبان دہلی میں پیدا ہوئی اور قلعہ معلےٰ میں مٹھ کر پیاری پیاری باتیں کرتی رہی اور اُس کے بعد اُس نے واں ہی تعلیم پائی یہی سبب تو ہے۔ دہلی ہی کی زبان مستند ہے اور کسی شہر کی زبان مستند نہیں ہے۔ داغ صاحب کی تصانیف سے پہلے ایک اور دِقت شعراء اور عام خاص کو پیدا ہو رہی تھی۔ وہ یہ کہ اُردو کے عمدہ عمدہ محاورے اور الفاظ شعراء کم لکھتے تھے اگر کوئی لکھ لیتا تھا تو اسکو مجبور کیا جاتا تھا کہ کسی اُستاد کی سند لاؤ اور سند ملتی نہ تھی۔ داغ نے اپنی تمام عمر میں اُردوے معلےٰ کے عمدہ عمدہ محاورے اور الفاظ اپنی تصانیف میں لے لئے۔ جس محاورے کو ڈھونڈھئے آپ کے اشعار میں موجود ہے اب کسی کو چون وچرا کی نوبت نہیں آتی اگر غور سے دیکھئے تو داغ نے بہت بڑا کام کیا ہے اور ہم یہ کیوں نہیں

ہے اگر کوئی آپ کے غزلوں کو سمجھ کے لہجہ میں نہ پڑھے تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی پیاری پیاری باتیں کر رہا ہے۔ اِس میں کلام نہیں اردو شاعری کے دنیا میں داغ فرد فرید تھے وہ قلعہ معلّےٰ میں اردو کے بناؤ سنگھار اُس کے جوبن اُس کی بہار کو دل بھر کے دیکھتے رہے اُنھوں نے نصیر۔ ذوق۔ مومن خاں۔ غالب۔ صہبائی۔ آزردہ وغیرہ وغیرہ اصحاب کی صحبتوں میں (جو زبان اُردو کے مالک تھے) ایک عمر کا حصّہ صرف کیا تھا نہ فقط قلعہ معلّےٰ کے محاوروں اور ارباب نشاط کی گفتگوؤں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں کے شُہدوں کی باتوں سے واقف تھے بلکہ وہ ہر فرقہ اور ہر مِلّت کے لوگوں کی بول چال سے باخبر تھے۔ یہی سبب تو ہے کہ ہر ایک فرقہ اور ہر ایک خیال کا آدمی جو آپ کے اشعار کو سنتا ہے پھڑک جاتا ہے۔ واقعی زبان پر وہی شخص قادر ہو سکتا ہے جو تمام فرقوں اور تمام گروہوں اور اُن کے رسم و رواج اور اُن کی بول چال سے واقف ہو۔ اگر غور سے دیکھو تو یہ خوبی داغ میں تھی۔ اب خیال فرمائیے اِس قسم کی خوبیاں جس شخص میں ہوں وہ قادر سخن یا بادشاہ سخن نہو تو اور کون ہو +

آپ کی طبیعت بڑی منصف تھی اگر کسی نے اُن کو کچھ کہہ بھی لیا تو آپ پرواہ نہ کرتے تھے اور اگر فرماتے تھے تو یہی کہ اللہ نے اُس کو اِس خیال کا انسان بنایا ہے۔ اگر ممکن ہوا تو اُس کے ساتھ سلوک کیا بدسلوکی کا خیال بھی مطلق دل میں نہ لائے۔

اور یہ آپ کو شاعری کا کمال حاصل تھا اشعار میں جادو بھر دیتے تھے +

اثر لبھانے کا پیارے ترے بیاں میں ہے   کسی کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہے

آپکے کلام پر دوست تو دوست حریف بھی ایمان لے آتے تھے اور آپ کے اشعار کو سنکر خوش

کسی نے اُردو کی بہار اور اُس کا بناؤ سنگھار سنا ہوگا میں نے اُس کے طرح طرح کے رنگ اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ میں نے پہاڑ گنج۔ قدم شریف۔ شاہدرہ۔ سبزی منڈی میں سادہ گوشت کو سالن کہتے سنا لیکن اُمرا کے محلات میں اُس کا نام قورمہ سنتا رہا اور جب میں قلعہ معلے میں گیا تو اِس کا نام بجائے قورمہ کے قمر داغ پایا۔ ہر چیز کے نام ایسے موزوں رکھے جاتے تھے جس سے فصاحت اور شرافت آشکارا ہوتی تھی۔ مقامات مذکور میں جب مجھے رہنے کا اتفاق ہوا تو یہ سنا "زید کو قے ہوگئی ہے" اور عمایں اور شہزادگان اِسے یوں کہتے تھے "زید نے زمین دیکھی ہے" دیکھئے کیسا عمدہ محاورہ ہے۔ قے میں کراہت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اِس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ واقعی الفاظ کو بنانے اور اسما کا نیا نام رکھنے اور محاوروں کے ایجاد کرنے کی لیاقت قلعہ معلے کو ہی حاصل تھی اور اُنہوں کے ہی طفیل سے نہ فقط اردو پیدا ہوئی بلکہ بڑھی اور پلی اور اب بھی دہلی کو یہ کرامت حاصل ہے کہ جب جاؤ اور وہاں کے شرفا سے ملو دو چار نئے عمدہ محاورے سُن لو

داغ صاحب کے دیوانوں کو اِس وقت ہندوستان میں ہر شخص جانتا ہے کہ وہ کس خوبی کے ہیں جن کی اردوے معلے جواب نہیں رکھتی ازروے زبان ازروے عمدہ مضامین ازروے شوخی ازروے فصاحت وہ اپنا ثانی آپ ہی ہیں اور اگر غور سے آپ کے اشعار کو دیکھو تو جس بات میں اُلجھن پیدا ہو اُس کا جواب مِل سکے گا آپ اُردو زبان کے متعلق خود فرماتے ہیں کسی کو تحقیق کی ضرورت نہیں ہے

غیروں کا اختراع و تصرف غلط ہے داغ

اُردو ہی وہ نہیں جو ہماری زبان نہیں

عمائدین اور خاص وعام اور شعرا کے ہاتھ میں آپ کے دیوان ہیں جن کو سب بیسیوں بار پڑھتے ہیں اور دل نہیں بھرتا۔ جب ذرا فرصت ملی داغ کے دیوان کو لے بیٹھے اور اُس سے کلام اور فصاحت کے مزے لُوٹنے لگے۔ ہمیشہ سے قاعدہ ہے۔ کہ جہاں کسی عمدہ شاعر کی غزل عمدہ نکلی اور وہ مشہور ہوئی یہاں تک کہ وہ ارباب نشاط کی زبانوں تک پہونچی پھر وہ محفلوں میں گائی جانے لگی۔ داغ صاحب کی سیکڑوں غزلیں اِس وقت گویّوں اور ارباب نشاط کی زبانوں پر ہیں۔ اور وہ محفلوں میں گائی جاتی ہیں دیکھا جاتا ہے آپ کے کلام نے یہ تصرف کیا ہے کہ اب اور اُستادوں کی غزلیں شاذونادر ہی گائی جاتی ہیں ورنہ تمام محفلوں میں داغ کی ہی غزلیں گائی جانے لگی ہیں اور فصحا اور شعرا اور عام سے لے کر خاص تک سب لوگوں کی زبانوں پر آپ کے اشعار ہیں جو ہر محل پر پڑھے جاتے ہیں اور لوگ اُن سے لطف اُٹھاتے ہیں +

داغ کی چند غزلوں کے چند اشعار مجھے یاد ہیں جو درج ذیل کئے جاتے ہیں +

کبھی مسجد میں جو وہ شوخ پریزاد آیا	پھر نہ اللہ کے بندوں کو خدا یاد آیا
کونسا طائرِ گم گشتہ اسے یاد آیا	دیکھتا بھالتا ہر شاخ کو صیّاد آیا
میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا	وہ میرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
لائے ہیں لوگ جنازے کیطرح محشر میں	کس مصیبت سے ترا کشتۂ بیداد آیا
عشق کے آتے ہی مُنہ پر مرے پھولی ہے بسنت	ہو گیا زرد یہ شاگرد جب اُستاد آیا

وہ تو کیا شعر بھی اُس کا نہ کبھی یاد آیا

کیونکر اب ہم اس نگہِ ناز سے جینا ہوگا
زہر دے ہم اسپہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

ترے مژگاں کی نہ تھی دست درازی مشہور
دل جھپٹ کر کسی رہگیر کا چھینا ہوگا

چاک دل تیغِ تغافل سے کیا ہے تمنے
رشتۂ تارِ نظر سے تمہیں سینا ہوگا

حشر میں تیرے گزر جائیگا طوفاں جسکا
وہ ہماری ہی خجالت کا پسینا ہوگا

خاک کر دیگی تری برقِ تجلی اک دن
طورِ سینا ترے مشتاق کا سینا ہوگا

ترے دو روز کا وعدہ بھی نہیں حشر سے کم
ایک اِک دن مجھے اِک ایک مہینا ہوگا

چین دیتے نہیں وہ داغ کسی طرح مجھے
مَیں جو مرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ جینا ہوگا

کیا کیا فریب دل کو دیئے اضطراب میں
اُنکی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

ہے پائدار رشتۂ عمرِ مسیح سے
میرا بھی تارِ جیب لگا نا نقاب میں

کچھ شانِ مغفرت سے نہیں دور زاہدو
ڈوبیں گناہ بادہ کشوں کے شراب میں

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک
مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

گر وہ نہ آئینگے تو اجل آئے گی ضرور
تسکیں ملی ہوئی ہے مرے اضطراب میں

جی چاہتا ہے چھیڑ کے ہوں اُس سے ہمکلام
کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں

ہے معصیت سے سیر جہنم عذاب میں

رخنہ گر یہ بُت ہوں یوں اسلام میں
دخل ہے کسکو خدا کے کام میں

جنگ ہے اِک اِک مے آشام میں
بچ رہی تھی کسکی جھوٹی جام میں

جب وہ ہنستے ہیں بنا لیتے ہیں مونہ
مل گیا کیا زہر میرے نام میں

جب شبِ غم کی دعا آئی ندا
صبح محشر ہے ابھی آرام میں

شور یارب سے وہ کافر ڈر گیا
ہے اثر بیشک خدا کے نام میں

کوئے جاناں کی زمیں ہے فتنہ خیز
آسماں ہے مفت کے الزام میں

داغ زاہد سے کہو کھچتی ہے مے
ہو شریک اِس کارِ نیک انجام میں

جوہر دکھاؤ صاحبِ جوہر کے روبرو
ہے قدر آئینے کی سکندر کے روبرو

رو کر بھلا شکم کو بھریں کیوں نہ اہلِ حرص
شیشے کو ہچکی لگتی ہے ساغر کے روبرو

اُس بت میں اک خدائی کا جلوہ ہے ورنہ شیخ
سجدہ کئے سے فائدہ پتھر کے روبرو

آنسو بہا رہا ہوں خطِ یار پڑھکے میں
یوں دانہ ڈالتا ہوں کبوتر کے روبرو

حاصل ہوئی بھی عقل فلاطوں اگر تو کیا
چلتی نہیں کسی کی مقدر کے روبرو

اس نزاکت سے قول اُس نے دیا خاکِ مے خانہ تھی اسی قابل	ہاتھ کی ہاتھ کو خبر نہ ہوئی یہ زمیں آسمان پر نہ ہوئی

کیا تلوّن مزاج ہو اے داغ
چار دن بھی کہیں بسر نہ ہوئی

یار کا پاسِ نزاکت دلِ ناشاد رہے دیکھ لی سیر حرم حضرت زاہد رخصت اس دلِ تنگ میں کس کس کو جگہ دوں یارب	نالہ رکتا ہوا اٹھتی ہوئی فریاد رہے آپ کا کعبہ مرا بتکدہ آباد رہے غم رہے دم رہے فریاد رہے یاد رہے

تنگ آیا تو مرے مونہ سے شکایت نکلی
لب پر آئی ہوئی کیونکر ستم ایجاد رہے

پوچھتا جا مرے مرقد پہ گزرنے والے منزلِ عیش نہیں ہے یہ سرائے فانی غنچۂ گل میں دھرا کیا ہے ترا اے بلبل یہی اقرار یہی قول یہی وعدہ تھا کھولتا کوئی تو چوری سے ترے دل کی گرہ آپ محشر میں نہیں قول کے سچے کیا خوب	کیا گزرتی ہے تری جان پہ مرنے والے رات کی رات ٹھہر جائیں ٹھہرنے والے جمع ہیں چند ورق وہ بھی بکھرنے والے او دغاباز فسونساز مکرنے والے ہمنے دیکھے ہی نہیں گانٹھ کترنے والے انگلیاں اٹھینگی وہ آئے مکرنے والے

داغ کہتے ہیں جنہیں دیکھئے وہ بیٹھے ہیں

کی کارسنگ خوروں کو الٰہی
لگوا دے نہ فردوسِ بریں سے

اثر تک دسترس ہو کیونکہ یارب
دعا نے ہاتھ باندھے ہیں یہیں سے

قیامت کا تو وعدہ اُس پر انکار
کلیجہ پک گیا تیری نہیں سے

کیا کہیے کس طرح سے جوانی گزر گئی
بدنام کرنے آئی تھی بدنام کر گئی

نیرنگِ روزگار سے بدلا نہ رنگِ عشق
اپنی ہمیشہ ایک طرح پر گزر گئی

کیا کیا رہی سحر کو شبِ وصل کی تلاش
کہتا رہا ابھی تو یہیں تھی کدھر گئی

زاہد شرابِ ناب کی تعریف کچھ نہ پوچھ
اک تیر ہے جو حلق سے نیچے اُتر گئی

رہتی ہے کب بہارِ جوانی تمام عمر
مانندِ بوئے گُل اِدھر آئی اُدھر گئی

داغ صاحب کا دارالریاست حیدرآباد دکن میں تشریف لے جانا

نہ فقط دہلی اور لاہور کے اصحاب بلکہ تمام پنجاب اچھی طرح واقف ہے کہ جناب مولوی سیف الحق صاحب ادیب میرے گاڑھے دوست اور معزز رفیق تھے۔ دہلی

صاحب دہلی جیسے پُر رونق شہر میں رہے تھے۔ اِس لئے وہ قصور میں افسردہ خاطر رہتے تھے۔ آخر ترک تعلق کر کے لاہور میرے پاس چلے آئے۔ چنانچہ مدتوں تک مَیں اور وہ لاہور میں بہت لطف کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے میرے اور اُن کے درمیان کوئی دوئی نہ تھی ؎

الفت کا جب مزا ہے کہ دونوں ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

ایک عرصہ جب اِسی طرح لطف کے ساتھ گزرا تو فلک کج رفتار نے اپنی عادت کے مطابق تفرقہ ڈالا مہاراجہ صاحب بہادر کشمیر نے مجکو جموں و کشمیر کے سررشتہ تعلیم کا ڈائرکٹر بنایا۔ مَیں جناب پیرزادہ محمد حسین صاحب کو (جو اِس وقت ماشاءاللہ ڈسٹرکٹ جج ہیں) اپنے کام کا چارج دے کر کشمیر کو روانہ ہوا ؎

بوقتِ لقمہ خوردن اے مسرت گفت لبہا کم
کہ روزی میکند از ہم جدا یارانِ ہمدم را

میرے سبب سے ادیب صاحب کو لاہور پردیس نہ معلوم ہوتا تھا۔ میرے جانے کے بعد وہ لاہور میں بحالتِ افسردہ رہنے لگے۔ آخر اپنے برادر جناب مولوی شرف الحق صاحب اسسٹنٹ افسر مال کے پاس حیدرآباد تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ ذی علم ذی استعداد۔ تجربہ کار تھے کچھ عرصے کے بعد ایک عمدہ اسامی پر مقرر ہوئے۔ اُن دنوں میں جموں و کشمیر میں اپنے عہدے کا کام انجام دیتا رہا۔ جب کشمیر میں رزیڈنٹی بیٹھی اور انتظام میں تبدل واقع ہونے لگا تو مَیں استعفا دے کر دہلی چلا آیا۔

از ممبران پنجاب یونیورسٹی کی سفارشی چٹھیاں سر آسمان جاہ بہادر مدار المہام اور دیگر ارکانِ ریاست کے نام حاصل کیں اور حیدر آباد میں آیا۔ عالی جناب سر آسمان جاہ بہادر سے معرفت جناب مولوی مہدی علی صاحب محسن الملک ملاقات کا فخر حاصل ہوا جنہوں نے مجھپر بڑی شفقت اور عنایت مبذول فرمائی اور امیدوار ملازمت بنایا۔ خدا کی شان دیکھیے اور کشش اور محبت کی معجز نمائیاں ملاحظہ کیجئے۔ پھر میں اور ادیب صاحب ایک جگہ جمع ہو گئے۔ روز ملاقاتیں رہتیں جس سے میرا اور اُن کا دل حیدر آباد میں بہل گیا تھا۔ ایک روز باتوں باتوں میں داغ صاحب کا ذکر آگیا۔ انہوں نے کئی شعر اُن کے میرے سامنے پڑھے اور میں نے بھی چیدہ اشعار اُن کے اُن کو سنائے غرضکہ بہت دیر تک داغ صاحب کا تذکرہ ہوتا رہا۔ ادیب صاحب نے فرمایا کہ داغ صاحب نے وہ زبان پائی ہے کہ کسی کو نصیب نہیں۔ مینے مولانا سے دریافت کیا کہو داغ صاحب کو یہاں کے لوگ کیسا جانتے ہیں۔ کہنے لگے بہت اچھا۔ عمایدین ریاست آپ کا عمدہ کلام دیکھتے ہیں اور محظوظ ہوتے ہیں۔ اور سب جانتے ہیں کہ داغ صاحب اپنا جواب نہیں رکھتے۔ اِس کے علاوہ شہر کے لوگ بچہ سے لے کر بوڑھے تک اُنکے اشعار کے لطف حاصل کرتے ہیں۔ محفلوں میں بھی داغ صاحب کی غزلیں گائی جاتی ہیں بلکہ مینے سنا ہے کہ حضور نظام دام اقبالہ کے ملاحظہ سے بھی آپ کی غزلیں گزری ہیں۔ اُس وقت مینے ادیب صاحب سے کہا۔ داغ صاحب رام پور چھوڑ آئے کیونکہ اُن کے قدر دان جناب نواب کلب علیخاں صاحب بہادر خلد آشیان نہیں رہے۔ اگر وہ یہاں آجاویں تو کیا تعجب ہے کہ سرکار آصفیہ میں اُن کا تعلق ہو جاوے۔

سے اُن کے بارے میں مشورہ کیجئے۔ چنانچہ ادیب صاحب نے ارکانِ ریاست سے اُنکے
بارے میں مشورہ کیا سب نے یہی کہا کہ اگر وہ تشریف لے آویں۔ تو کام ضرور بنجاوے گا۔
چنانچہ ادیب صاحب نے داغ صاحب کو خط لکھا کہ دہلی میں پڑے کیا کرتے ہو حیدرآباد
کی ہی سیر کرو جہاں کے ارکانِ سلطنت آپ کے کلام کو آنکھوں پر رکھتے ہیں۔
داغ صاحب نے جو خط بہ جواب خط ادیب صاحب لکھا تھا وہ بتاتا تھا کہ داغ
صاحب حیدرآباد آتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ ادیب صاحب برابر اُن کو خط لکھتے رہے
آخرکار داغ صاحب نے حیدرآباد آنے کا وعدہ کیا۔ میں پھر علیل ہوکر دہلی چلا آیا۔
داغ صاحب سے سب حالات وہاں کے بیان کئے۔ چنانچہ داغ صاحب غالباً ۱۳۰۵ھ
میں حیدرآباد تشریف لے آئے۔ ادیب صاحب اُن ایام میں شیدی عنبر کے بازار
میں رہتے تھے اپنے قریب داغ صاحب کو اُتارا۔ اور میزبان بن کر اُن کی مہمانداری
کا شرف حاصل کیا۔

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

جب حیدرآباد کے عمائدین و رؤسا اور تعلیم یافتوں کو خبر ہوئی کہ داغ صاحب
نے حیدرآباد کو رونق بخشی ہے تمام لوگ آپ کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ اور تمام
شہر میں چرچا ہو گیا کہ داغ آئے داغ آئے۔ جن کی غزلیں مشہور ہیں۔ اور جن کی
کلام کی شہرت تمام ہندوستان میں ہے۔ چنانچہ جوق جوق لوگ آتے اور آپ سے

کے آہستہ آہستہ ہوا کرتے ہیں۔ داغ صاحب جو چند ماہ وہاں رہے گھبرا گئے۔

اُنھوں نے دل میں ٹھانی کہ یہاں تو برسوں میں نتیجہ نکلتا ہے۔ آؤ ذرا دل بہلائیے

چند ماہ اِدھر اُدھر ہو آئیے۔ چنانچہ داغ صاحب دہلی آئے۔ پھر یہاں سے کئی جگہ

گئے۔ غرضکہ دس ماہ کئی شہروں کے سیر سپاٹے میں آپ کے گزر گئے۔ چونکہ باریابی

کا حکم آپ کو پہلے ہی ہو چکا تھا حضور نظام دام اقبالہ نے آپ کو یاد فرمایا۔ چنانچہ

نواب واحد الملک کے ذریعہ سے آپ کو اطلاع دی گئی۔ فوراً داغ صاحب حیدرآباد

میں آئے اور حضور ممدوح کی باریابی سے مشرف ہوئے۔ پھر کیا تھا چاروں طرف

سے مبارکبادیوں کے آوازے گرم ہوئے۔ لوگوں کا تانتا لگ گیا اور آپس میں کہنے

لگے حضور نظام دام اقبالہ نے داغ صاحب کی قدردانی واجبی فرمائی۔ اہلِ کمال

کی قدر کرنی چاہیئے۔ حضور دام حشمتہ کے درِ دولت سے نہ کوئی محروم پھرا ہے اور نہ

پھرے گا پھر تو داغ صاحب وہاں کی مجلسوں میں بلبل کی طرح چہکنے لگے۔

داغ صاحب جن دنوں میں امیدوار تھے تو آپ نے بہت سے اشعار کہے تھے

جن میں سے دو شعر مجھے یاد ہیں ؎

کیں ہوا بادیہ پیما طرفِ ملکِ دکن

سرمۂ چشمِ غزالاں ہوئی گردِ دامن

ہند سے تا بہ دکن داغ ہے شہرت تیری

اب تو کچھ اور ترا بختِ رسا کہتا ہے

جب داغ صاحب کو حضور بندگانِ عالی کی باریابی کا فخر حاصل ہوا تھا تو آپ

آپ کی باریابی سے پہلے آپ کے حاسدوں نے کوشش کی تھی کہ آپ کی شہرت

کو بدنام کریں لیکن اُن کا یہ حملہ گویا چاند پر خاک ڈالنا تھا۔ اخباروں میں اُنہوں نے بیہودہ

لایعنی گند پھیلایا۔ فضول اعتراض کیے اسلئے کہ ہز ہائینیس دام حشمتہ آپ کو باریابی کا شرف

نہ بخشیں۔ لیکن حضور روشنضمیر ہیں آپ کو معلوم ہو گیا کہ داغ صاحب صاحب کمال ہیں

اور اہلِ کمال سے حاسد جلا ہی کرتے ہیں ؎

کب لباسِ ظاہری میں چھپتے ہیں روشنضمیر

پردۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

جب حاسد نکتہ چینوں معترضوں نے دیکھا کہ ہماری کچھ نہیں چلتی اور باریابی کا

شرف داغ صاحب کو حاصل ہو گیا تو شرمندہ ہوئے اور آخر کار مخالفتوں سے باز آئے +

پہلے آپ کا وظیفہ ۴۵۰ روپے ماہوار مقرر ہوا تھا اس کے بعد ایک ہزار ہوا پھر ۱۵ سو

روپے قرار پایا۔ چنانچہ ایک بار آپ کو تنخواہ کا چالیس ہزار روپیہ اکٹھا ملا۔ تنخواہ کے اضافہ پر

آپ نے یہ تاریخ کہی تھی اور اپنے احباب کو سُنائی تھی +

ہو گیا میرا اضافہ آج دونے سے سوا

یہ کرم اللہ کا ہے۔ یا عنایت شاہ کی

اس ترقی کی کہو اے داغ یہ تاریخ تم

ابتدا سے اپنی ساڑھے پانسو نقدی بڑھی

یعنے ہزار ملتے تھے لیکن ۱۵ سو کے حساب سے روپیہ عطا ہوا +

ایک بار حضور نظام نے داغ صاحب کو ایک مرصع گھڑی عنایت فرمائی تھی اُسکی

حضور بندگانِ عالی نے ایک موقع پر آپ کو سونے کا توڑا مرحمت فرمایا۔ آپ نے اُس کی بھی یہ تاریخ ارقام فرمائی +

عطیاتِ پیہم کا کیا شکریہ ہو — کہ فدوی کو کیا کیا عنایت ہوا
بدیہہ کہو داغ تاریخ تم — یہ سونے کا توڑا عنایت ہوا

اِن قطعات تاریخ کو حضور نظام دام اقبالہ اور دیگر عمایدین ریاست ملاحظہ فرما کر باغ باغ ہو جاتے تھے۔ ایک روز حضور نظام ذی شان نے آپ کو دو تلواریں مرحمت فرمائیں۔ آپ نے اُن کی بھی کیا خوب تاریخ کہی ہے +

تیز ہیں تیز نگاہوں سے بھی اِنکی دھاریں
یہ وہ تلواریں ہیں زخموں کا نہیں جنکے علاج
تیرے قبضے میں ہے تاریخ عطائے شاہی
لکھ دو اے داغ - عنایت ہوئیں تلواریں آج

داغ صاحب حضور نظام کی غزلوں کو اصلاح دیا کرتے تھے کیونکہ حضور ممدوح نے آپ کو اپنا اُستاد بنایا تھا۔ چنانچہ حضور ممدوح کی غزلیں ہر صوبہ کے اخبار باعث بے نظیر ہونے کے طبع کرنے کا فخر حاصل کرتے ہیں +

داغ صاحب اُستاد السلطان کے لقب سے ملقب تھے آپ کا نام مع القاب یہ ہے +
خان بہادر بلبل ہندوستان اُستاد ناظم یار جنگ نواب مرزا خان صاحب داغ امیر الدولہ فصیح الملک دہلوی اُستاد حضور بندگانِ عالی آصف جاہ نظام دکن +

حضور بندگانِ عالی نے داغ صاحب کو اپنے سٹاف میں داخل ہونے کی بھی عزت

اور جن کے مضامین نے اچھی طرح بتا دیا کہ داغ صاحب یورپ کے شاعروں سے سبقت لے گئے تھے اور فی الواقع داغ صاحب فطرتی شاعر تھے مصنوعی نہ تھے۔ نیچرل خیالات اور نیچرل مضامین اُن کے دائیں بائیں ہجوم کرتے رہتے تھے۔ اور بات یہ ہے۔ کہ نیچر اُن کا اصلی اُستاد تھا جو ہر وقت اُن کے خیالات کے ساتھ رہتا تھا۔

ہے آدمی بجائے خود اِک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

وہ اپنے خیالات دل چسپ پیرائے میں ادا کرتے تھے جس سے اُن کا اثر سننے والوں اور دیکھنے والوں پر بہت ہوتا تھا۔ اور یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اگر وہ یونان میں پیدا ہوتے تو ہومر بنتے۔ اگر وہ انگلستان میں ہوتے تو اُن کو شیکسپیر کہا جاتا۔ اگر فارس میں اُن کی پیدائیش ہوتی۔ تو فردوسی کہے جاتے اور اگر فرانس میں پیدا ہوتے تو والٹیئر اُن کو لوگ کہتے۔ قاعدہ ہے کہ شاعر کے دل میں اُس کی معلومات کا باغ موجود رہتا ہے۔ جب وہ جذباتی قوت کے ساتھ کسی امر میں غور کرتا ہے تو خیالات کے گلدستے اُس کے سامنے حاضر ہو جاتے ہیں پھر وہ اُن کا فوٹو نظم میں اُتار لیتا ہے۔ اگر زبان کے متعلق زیادہ معلومات شاعر کی ہوتی ہیں تو وہ فوٹو اُتارتے وقت اُن الفاظ کا استعمال کرتا ہے جو موزوں خیال کیئے جاتے ہیں۔ داغ صاحب ہر فرقے اور ہر مِلّت کے محاوروں سے واقف تھے جب وہ گلدستہ مذکور کا فوٹو کھینچتے تھے۔ عمدہ محاورات حسب موقع اُن کے قلم سے نکلتے تھے۔ پس ہر ایک فرقہ اور ہر ایک گروہ کا آدمی اُن کے اشعار سنکر پھڑک جاتا تھا۔ جب اُن کا دل نیچرل جذبات کے ساتھ کسی حالت کا فوٹو

وہ قدم مار رہے تھے۔ اُس کو وہ دل سے پسند نہ کرتے تھے۔ اور خیال کرتے تھے۔ کہ پرانی تقلید مجھے خراب کر رہی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؞

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے
وہی بتوں کی شکایت وہی گِلہ دل کا

جس طرح ٹینسن نے اپنی زبان کو مانجھا تھا اور اُس کے عمدہ بنانے میں کوشش کی تھی اِسی طرح داغ صاحب زبان اردو کے بناؤ سنوار میں اپنی عمر تمام کر گئے۔ آموں کے موسم میں ایک بار آپ نے اشعار ذیل لکھے تھے ؞

اچھے بُرے مل جاتے ہیں بازاری آم
اب تو نظر آتے ہیں بہ دشواری آم
مرغوبِ دل پسند و اُنفس سے داغ
اب تو نظر آتے ہیں بہ دشواری آم

حضور نظام دام اقبالہ کی نظر فیض اثر سے جب یہ شعر گذرے تو آپ بہت مسرور ہوئے۔ پھر تو پے در پے آموں کی کشتیاں داغ صاحب کے پاس آنے لگیں۔ داغ صاحب نے آموں کی تعریف میں اشعار ذیل ارقام فرمائے۔ جن کی خوبی کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ اور جن کے ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جو بحث آپ کی بابت اوپر کر آیا ہوں وہ کہاں تک درست ہے۔ اور آموں کی بابت جو مرزا غالب صاحب نے اشعار موزوں فرمائے ہیں وہ بھی داغ صاحب کے اشعار کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں ؞

شاہ نے دیں آم بھری کشتیاں — بحرِ عطا کیا ہی ہوا موج زن
کشتیوں میں آم جو ہیں رنگ رنگ — داغ کا گھر آج ہے رشکِ چمن
سرخ میں ہے لالہ رُخوں کی بہار — سبز میں ہے سبز خطوں کی پھبن
زرد میں ہے رنگِ گُلِ زعفراں — کیسری پوشوں کی ہے اِک انجمن
آم کے مونہ پر ہے سیاہی کہ ہے — مردمکِ چشمِ بتِ سیم تن
انفس و مرغوبہ الذ اثمر — ذائقہ میں غیرتِ شہدِ عدن
ایسے کہاں پریوں کے پر سبز سبز — ایسے کہاں حوروں کے سیبِ ذقن
طوطہ پری لال دیا دل پسند — کہتے ہیں نامی اِسے اہلِ دکن
آم یہ ہے جامِ زمرد کی شکل — لال دیا صورتِ لعلِ یمن
سونگھ کے ہو جائے معطر دماغ — مونہ یہ مگر ان کے ہے مشکِ ختن
گر کبھی اِن آموں کا رس چُوس لیں — ہونٹ ہی چاٹا کریں شیریں دہن
انبۂ شیریں جو اُسے ہو نصیب — نام بھی شیریں کا نہ لے کوہکن
یہ بھی تو ہیں جنتِ دنیا کے آم — اُنکا ہی مصلح ہے بہشتی لبن
ایسے رسیلے ہیں وہ نازک ہیں پوست — جیسے کہ ہوں دلبرِ نازک بدن
سیکڑوں قسمیں اسی میوے کی ہیں — پھر ہے یہ افراط کہ لاکھوں ہی من
واقعی اِن آموں کی تعریف میں — کم ہے جہاں تک کہیں اہلِ سخن
قاش بنے اُنکی جو اپنی زباں — قند کا کوزہ بنے اپنا دہن

پھولے پھلے شاہ کا باغ مراد — اور بر یاب ہوں اہلِ زمن

فیض رساں داغ کو یارب رہے
خسروِ محبوبِ نظامِ دکن

مصنفہ غالب صاحب

ہاں دلِ دردمند زمزمہ ساز — کیوں نہ کھولے درِ خزینۂ راز
خامہ کا صفحہ پر رواں ہونا — شاخِ گل کا ہے گل فشاں ہونا
مجھسے کیا پوچھتا ہے کیا لکھئے — نکتہ ہائے خرد فزا لکھئے
بارے آموں کا کچھ بیاں ہوجائے — خامہ نخلِ رطب لساں ہوجائے
آم کا کون مردِ میداں ہے — ثمر و شاخ گوے چوگاں ہے
آگ کے جی میں کیوں رہے ارماں — آئے یہ گوئے اور یہ میداں
آم کے آگے پیش جاوے خاک — پھوڑتا ہے جلے پھپولے تاک
نہ چلا جب کسی طرح مقدور — بادۂ ناب بن گیا انگور
یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے — شرم سے پانی پانی ہونا ہے
مجھسے پوچھو تمھیں خبر کیا ہے — آم کے آگے نیشکر کیا ہے
نہ گل اسمیں نہ شاخ و برگ و نہ بار — جب خزاں آئے تب ہو اسکی بہار
اور دوڑائیے قیاس کہاں — جانِ شیریں میں یہ مٹھاس کہاں
جان میں ہوتی گر یہ شیرینی — کوہکن باوجود غمگینی

یا یہ ہوگا کہ فرطِ راحت سے ۔ باغبانوں نے باغِ جنت سے
انگبیں کے بہ حکمِ رب الناس ۔ بھر کے بھیجے ہیں سر بمہر گلاس
یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات ۔ مدتوں تک دیا ہے آبِ حیات
تب ہوا ہے ثمر فشاں یہ نخل ۔ ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نخل
تھا ترنجِ زر ایک خسرو پاس ۔ رنگ کا زرد پر کہاں بو باس
آم کو دیکھتا اگر اک بار ۔ پھینک دیتا طلائے دست افشار
رونقِ کارگاہِ برگ و نوا ۔ نازشِ دودمانِ آب و ہوا
رہروِ راہِ خلد کا توشہ ۔ طوبیٰ و سدرہ کا جگر گوشہ
صاحبِ شاخ و برگ و بار ہے آم ۔ ناز پروردۂ بہار ہے آم
خاص وہ آم جو نہ ارزاں ہو ۔ نوبرِ نخلِ باغِ سلطاں ہو
وہ کہ ہے والیِ ولایتِ عہد ۔ عدل سے اس کے ہے حمایتِ عہد
فخرِ دیں عزّ و شانِ جاہ و جلال ۔ زینتِ طینت و جمال و کمال
کارفرمائے دین و دولت و بخت ۔ چہرہ آرائے تاج و مسند و تخت
سایہ اس کا ہما کا سایہ ہے ۔ خلق پر وہ خدا کا سایہ ہے
اے مفیضِ وجود سایہ و نور ۔ جب تلک ہے نمود سایہ و نور
اس خداوند بندہ پرور کو ۔ وارثِ گنج و تخت و افسر کو

شاد و دلشاد و شادماں رکھیو
اور غالب پہ مہرباں رکھیو

ہیں یوروپ اور ایشیا کے شاعروں میں لاجواب تھے ۔

خمسہ داغ بر غزلِ خود

تھی پریشان انتظار سے آنکھ　　نہیں ملتی تھی ایک بار سے آنکھ
شکر ہے ہو گئی قرار سے آنکھ　　لڑ گئی یارِ گُل عذار سے آنکھ
اب نہیں جھیپتی ہزار سے آنکھ

توبہ کیسا اور اتقا کیسا　　تاکنا جھانکنا ہمیشہ رہا
یہ نظر بازیاں ہیں سخت بلا　　دید کا بھی ہے کیا بُرا لپکا
نہیں رہتی ذرا قرار سے آنکھ

ٹپکی پڑتی ہے اِک محبت سے　　خود بخود چھا رہی ہے الفت سے
صاف ہے آئنہ کی صورت سے　　کچھ وہ حیرت سے کچھ مسرت سے
خوب بنتی ہے انتظار سے آنکھ

جب مری قبر پر گزر کیجے　　پھر تغافل نہ اس قدر کیجے
کام جو کیجے دیکھ کر کیجے　　تو وُہ ناوکِ نظر کیجے
کیوں چرائی مری مزار سے آنکھ

یار ہے زور چشم و تیز مزاج　　جس کے غصے سے ہے جہاں تاراج
نظر آتا نہیں کچھ اِس کا علاج　　اُس کو دیکھا ہے جو مکدر آج
بھر گئی سُرمۂ غبار سے آنکھ

تیار ہے غضب کی قاتل — اِس بلا سے نجات ہے مشکل
جس کو دیکھا وہ ہو گیا بسمل — کیا بچے ناوکِ نظر سے دل
چوکتی ہی نہیں شکار سے آنکھ

بزم میں کوئی انجمن آرا — مہرباں ہو اگر تو کیا کہنا
دے وہ بھر بھر کے ساغرِ صہبا — دو بدو یوں ہے مے کشی کا مزا
جام سے لب ملے تو یار سے آنکھ

اللہ اللہ رے نازکیِ دماغ — گُل ہی گُل سونگھتے ہیں باغ ہی باغ
ہو گیا عیشِ جاوداں سے فراغ — نشہ تیرا اُتر گیا اے داغ
جل گئی غفلتِ خمار سے آنکھ

یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ داغ کے اشعار ہی پرکالہ آتش اور شوخ اور چُلبلے تھے بلکہ اُن کی باتیں بھی ایسی پُر لطف تھیں کہ جس نے سُنی ہیں وہ ہی خوب جانتا ہے جلسے میں لوگ یہ دل ہی دل میں کہا کرتے تھے۔ کہ سلسلہ گفتگو کا آپ ختم نہ کریں۔ جاری ہی رکھیں۔ جس محفل یا مجلس میں آپ چلے گئے بلبل کی طرح چہکنے لگے۔ کیونکہ تمام حاضرین جلسہ آپ ہی کی طرف مخاطب ہو جاتے تھے اور آپ کی مزے کی باتیں سُنتے رہتے تھے ؎

ارادہ تھا کہ میں داغ کے شاگردوں کی بھی فہرست اِس سوانح عمری میں لکھوں۔ چنانچہ کئی سو نام جمع کئے تھے۔ جب نکلتے ہی چلے جانے لگے تو آخر کار اِس خیال کو ترک کیا۔ کیونکہ ہزاروں آدمی کی فہرست اِس کتاب میں خوشنما نہ معلوم ہو گی۔ اِسکے

ظاہر ہو جاوے گا۔ اور سچ ہے یہ بھی خدا ہی کی شان ہے کہ جناب مصنف

صاحب نے یہ وہ کام کیا ہے جس سے سیکڑوں کیا ہزاروں شعراء کے نام اور کلام زندہ ہو گئے پس یہ فخر تو دہلی کو حاصل تھا کہ اردو زبان اُس سے نکلی اور یہ بھی فخر اُسکو ہی ملا کہ اُس نے اُن شاعروں کے نام اور کلام کو زندہ کیا جو عدم کے پہلو میں مُنھ چھپا چکے تھے پس شعرائے ہند کو آپ کا مشکور ہونا چاہیے +

جس شہر میں تحقیق کرو داغ کے دس بیس شاگرد نکل آئیں گے اور اُن شاگردوں کے سیکڑوں شاگرد ظاہر ہوں گے۔ یہی سبب تو ہے کہ اس وقت ہندوستان کی زبان اردو عمدہ ہو گئی ہے۔ غرضکہ داغ وہ آفتاب سخن تھا جسکے کلام کی روشنی کُل ہندوستان کے شہروں میں پھیلی جس کے سبب سے ہندوستان کے لوگ زبان کے متعلق اُجالے میں آ گئے۔ پس یہاں کے لوگ اگر لاکھ بار داغ کا شکریہ ادا کریں تو ادا ہو نہیں سکتا۔ اُنھوں نے ملک کے ساتھ بہت بڑا کام کیا ہے۔ جس کو جاننے والے ہی جانتے ہیں +

میرا اتفاق ہندوستان کے بہت سے شہروں میں رہنے کا ہوا ہے۔ مینے غریب سے لے کر امیر تک سب کو داغ کا شیدا پایا اُن کے اشعار تمام لوگوں کی زبان پر ہیں اور کیوں کر نہوں۔ آپ نے وہ زبان پائی تھی کہ فصحا بھی دیکھ کر دنگ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ داغ صاحب اپنی تعلیم کی بابت کہتے ہیں ؎

ہے یہ دربار شاہ کا صدقہ | اُسی عالم پناہ کا صدقہ

لیکن لطیفہ سنعار معلوم ہوتا تھا اُس نے بہت سے متفرق اشعار داغ صاحب کے سُنائے میں نے اُن اشعار کو لکھ لیا اور سمجھا کہ داغ کے کلام میں مقبولیت ہے خاص سے لے کر عام بلکہ عوام تک اُن کے شعروں کو دل سے پسند کرتے ہیں۔ اور اُن کو پڑھ کر لطف اُٹھاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اشعار درج ذیل کئے جاتے ہیں ۔

اشعار متفرق

داغ سا آدمی نہ پاؤ گے ۔۔۔ گل ہزاروں ہیں ایک صورت کے

داغ معجز بیان کیا کہنا ۔۔۔ طرز سب سے جدا نکالی ہے

شبنم سے شبِ ہجر کی ظلمت نہیں جاتی ۔۔۔ سو سو بوٹے پڑیں جب بھی یہ رنگت نہیں جاتی

یہ کام نہیں آساں انساں کو مشکل ہے ۔۔۔ دنیا میں بھلا ہونا دنیا کا بھلا کرنا

بے طلب جو ملا مِلا مجھکو ۔۔۔ بے غرض جو دیا دِیا تو نے

داغ کو کون دینے والا تھا ۔۔۔ جو دیا اے خدا دیا تو نے

دل کو جب دیکھا عجب نیرنگ قدرت اس میں ہے ۔۔۔ ایک آئینہ ہے لیکن سب کی صورت اس میں ہے

بھری ہیں سو ادائیں اُس شوخ سیمتن میں ۔۔۔ اک ٹیڑھ سادگی میں اِک سیدھ بانکپن میں

حسرتیں لے چلے ہم اس بزم سے چلنے والے ۔۔۔ ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد ۔۔۔ ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

فغاں کو لاگ ٹھیری آسماں سے ۔۔۔ اُٹھا جاتا ہے پردہ درمیاں سے

بے اثر ہو تو بھی طوفاں ہو نہیں دریا تو ہو ۔۔۔ حسرت اس آنسو پہ ہے جو قطرۂ شبنم ہوا

میری فریاد دو سرانہ سنے | تم سنو اے بتو خدا نہ سنے

باہم اک وعدہ فردا پہ نوشتہ ہو جائے | کہ میری سہو کی عادت ہے مجھے یاد رہے

دوست خوش ہونے لگے دوست کے مر جانے سے | غم کا یہ کال پڑا ہے مرے غم کھانے سے

یہ ملاذ کرِ قیامت ہیں قیامت کا جواب | کیا اُٹھے گی یہ ہماری ٹھوکریں کھائی ہوئی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے | ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے

مرا نام و نشاں پوچھیں تو اے قاصد بتا دینا | تخلص داغ ہے اور عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں

ملے مجھ سے تو فرمایا تمہیں کو داغ کہتے ہیں | تمہیں رہتے ہو لالہ میں تمہیں ہو ماہ کامل میں

داغ سا آدمی نہ پاؤ گے | شکل ہزاروں ہیں ایک صورت کے

داغ معجز بیان کیا کہنا | طرز سب سے جدا نکالی ہے

امیر اچھی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مطلع ہے | بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں

میر و غالب و آزردہ سے وہ لوگ کہاں | داغ اب یہ ہیں غنیمت ہمہ دانِ دہلی

داغ و مجروح کو سن لو کہ پھر اس گلشن میں | نہ سنو گے کبھی بلبل کا ترانا ہرگز

یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں | وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں

داغ کا ماتم

از طرف شہرت مصنف سوانح عمری ہذا

دنیا میں آج سنتا ہوں ہر آن ہائے ہائے | کیا چل دیا ہے داغ سخندان ہائے ہائے

کرتا تھا کون بیچ دہر سے اردو کو پالکر | ہندوستان کا رہ گیا ارمان ہائے ہائے

ہرگز بجز چراغ کے اُجالا نہ ہوئے گا
شہرِ سخن یہ ہوگیا ویران ہائے ہائے

کبتک فغاں و آہ و دعا مغفرت کی مانگ
کبتک کیا کرے گا تو ناداں ہائے ہائے

توڑوں میں سر کو آج کہ پیٹوں جگر کو میں
اے داغ تجکو ڈھونڈھنے جاؤں کدھر کو میں

اُردو کو کس پہ چھوڑ دیا داغ کیا کیا
یہ کر رہی ہے آہ و بکا **داغ** کیا کیا

پتھر کا کرلیا ہے کلیجہ ہزار حیف
افغاں ہزار بار سُنا **داغ** کیا کیا

سرکوبیوں سے ہوگیا ہے پاش پاش سر
آجاؤ ورنہ خون ہوا **داغ** کیا کیا

سر پر نہیں ہے اسکے کوئی ہائے رے غضب
معصوم پر یہ ظلم و جفا **داغ** کیا کیا

سمجھے نہیں کہ اِسکی حفاظت کرے گا کون
تم نے نہ کچھ بھی رحم کیا **داغ** کیا کیا

اردو ہماری عزت و حرمت ہے دہر میں
لازم ہے ہمکو شرم و حیا **داغ** کیا کیا

اُسکی پیاری باتوں سے آتی تھی زندگی
تم کو تو سب ہی بھول گیا **داغ** کیا کیا

اِس صغرسن کو چھوڑ کے جانا نہ چاہیے
ماتم سے جاں بلب ہے ستانا نہ چاہیے

بےتاب و بےقرار ہے آجاؤ تم ذرا
ہر وقت اشکبار ہے آجاؤ تم ذرا

اس کو تسلیاں نہیں دیتا ہے کوئی یاں
کوئی نہ غمگسار ہے آجاؤ تم ذرا

ہے سینہ کوبیوں سے لبِ دم نہیں خبر
یہ کیا بھلا شعار ہے آجاؤ تم ذرا

ایسی تو کج ادائیاں لازم نہیں تمہیں
گھر آج سوگوار ہے آجاؤ تم ذرا

نرگس کی طرح کیوں نہ تکتی لگی ہوئی
سب کو ہی انتظار ہے آجاؤ تم ذرا

ننھی سی جان کو نہیں تم آگے پاؤ گے

چشم اسکی ہے پُر آب فصاحت کو دیکھئے
جو بنگئی سحاب فصاحت کو دیکھئے

راتوں کی نیند رنج سے جاتی رہی ہے حیف
آتا نہیں ہے خواب فصاحت کو دیکھئے

ماتم میں غش جو آگیا اب تک نہیں ہے ہوش
یہ حال ہے خراب فصاحت کو دیکھئے

مجکو ہے فکر آتشِ غم سے نہ جل مرے
اس کا ہے دل کباب فصاحت کو دیکھئے

ماتم میں بال کھولکے ہیں سینہ کوبیاں
کچھ بھی نہیں حجاب فصاحت کو دیکھئے

آب و خورش حرام ہوا غم ہے اس قدر
کیسا ہے یہ عذاب فصاحت کو دیکھئے

غم میں تمہارے جان یہ کھودے گی بالضرور
آجائیے شتاب فصاحت کو دیکھئے

مٹ جائے گی زبان فصاحت جو چل بسی
پھر کیا رہے گی شان فصاحت جو چل بسی

ہوجائے فراغ زیرِ زمیں اے فلک دریغ
کرسی نشیں ہو خاک نشیں اے فلک دریغ

ہر لحظہ اضطراب ہے ہر دم ہے انقلاب
تیرا کچھ اعتبار نہیں اے فلک دریغ

اک عمر بعد بنگیا تھا گوہرِ سخن
وہ ٹوٹ جائے دُرِ ثمیں اے فلک دریغ

تو جستجو میں لاکھ کرے گردشیں تو کیا
ملتے نہیں ہیں ایسے کہیں اے فلک دریغ

اہلِ کمال کردئے معدوم ہائے ہائے
کیوں ہو گیا ہے بر سرِ کیں اے فلک دریغ

کچھ ایسی ویسی موت نہ تھی وہ اسکی زینہار
یہ ہل گیا ہے عرشِ بریں اے فلک دریغ

اِس ظلم اِس ستم کی کسی کو خبر نہ تھی
ہوگا شکار فراغ حزیں اے فلک دریغ

گنجِ سخن کو کردیا معدوم ہائے ہائے

ماناکہ ذوق و غالب و مومن کی صحبتیں	اس جا روز آپ سے رہتی ہیں صبح و شام
ماناکہ ملک آپ کا شاگرد ہوگیا	عزت ملی کہ شاہِ عدم مین گئے غلام
مانا یہاں سے آپ کی عزت سوا ہوئی	خورشید صبح کرنے لگا آپ کو سلام
مانا تعلقات بہت ہوگئے وہاں	فرصت نہیں ہے ایک منٹ کی بہت ہے کام
ماناکہ آپ راحتِ آرام میں ہیں واں	یاں تو تمام لوگوں کی ہے زندگی حرام

تشریف لائیے ابھی تشریف لائیے
اک بار تو ہمیں ذرا صورت دکھائیے

نو ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۲ھ کا دن تمام ہندوستان کے شاعروں اور سخندانوں اور دوساء وغیرہ کو یاد رہے گا کہ اس روز گنجینۂ سخن آفتابِ شاعری دنیا سے سدھارا اور سب کو داغ مفارقت دے گیا۔ اگر لاکھ بار آسمان گردش کرے اور لاکھ بار دنیا قائم ہو لیکن داغ سا شاعر نہ پیدا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اِس وقت زبانِ اردو کو ناقابل برداشت صدمہ پہونچا ہے جس کی تلافی کیا ہو سکتی ہے اگر چند سال اور آپ زندہ رہتے تو بہت کچھ اردو زبان کو فائدہ پہونچتا اور اِس وقت تو وہ بے کسی اور بے بسی کے عالم میں ہے اب کوئی اُس کا سر دھرا نہیں رہا۔ اور اِسی طرح نظم کا خدا حافظ ہے چنانچہ خود فرما گئے ہیں ؎

آج راہی جہاں سے داغ ہوا — خانۂ نظم بے چراغ ہوا

جو سنتا ہے سر دھنتا ہے اور ہاتھ مل کر کہتا ہے کہ کیا ہائے اب ہم داغ سے نہ مل سکینگے غضب ہوگیا۔ قہر ٹوٹا۔ آسمان سر پر گر گیا کہ داغ سا سخندان داغ

تھی یا یوں کہو کہ زندگی کا سہارا تھی۔ شب و روز شعر گوئی کا مشغلہ تھا اور کسی طرف دھیان اُن کا نہ تھا امید ہے کہ جب ملک الموت آپ کے سامنے آیا ہوگا تو ضرور آپ نے دو چار شعر اُس کو دیکھ کر موزوں کر دئیے ہوں اور چونکہ آپ تقار بھی بڑے تھے کیا تعجب ہے کہ اُس سے دو دو باتیں بھی کی ہوں۔ لیکن اجل سے کون جیت سکتا ہے اُس وقت تو بے کسی اور بے بسی ہوتی ہے ؂

کس بے کسی سے داغ نے افسوس جان دی
پڑھ کر ترے فراق کے اشعار مر گیا

لیکن ہم کو داغ تم سے شکوہ ہے کہ تم نے وعدہ خلافی کی کہا کچھ اور کیا کچھ دیکھو تو سہی تمہارا یہ کیا قول تھا ؂

اے داغ نہ دے جان محبت میں کہ ناداں
پھر زندہ جہاں میں کوئی مر کر نہیں ہوتا

سمجھے تھے آپ تجربہ کار ہیں جو کہا ہے اُس پر عمل کریں گے لیکن بات یہ ہے کہ اجل نے کچھ بھی نہیں کرنے دیا۔ تمہارا یہ بھی قول اِس وقت یاد آرہا ہے اور کلیجہ کپکپا رہا ہے۔ ؎

داغ مہماں سرائے دنیا میں		اور چندے قیام کرنا تھا

نہ فقط یہی بلکہ ایک اور شعر تمہارا تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں کہئے آپ سچے یا ہم سچے ؎

اے داغ صدمۂ غم ہجراں بجا درست

دہا پانچ چھ دن میں ہی کام تمام کر دیا ؎

میرے مرنے کی خبر سُنکر کہا
واقعی کچھ بھی نہیں انسان میں

کہتے ہیں کہ جب سے آپ نے انتقال فرمایا ہے آپ کی قبر پر فاتحہ کے لئے لوگوں کا مجمع رہتا ہے۔ پس زندگی میں تو لوگوں کو آپ سے محبت تھی لیکن مرنے کے بعد بھی ہم آپ سے الفت ہے چنانچہ آپ خود کہہ گئے ہیں ؎

اِدھر کا ذکر اُدھر کا ذکر کچھ افسوس کچھ حسرت
مری تربت پہ اکثر جمگھٹا رہتا ہے یاروں کا

خیال کیجئے دہلی میں پیدا ہوئے واں ہی پرورش پائی واں ہی جوان ہوئے اور حیدرآباد میں جاکر انتقال کیا گویا کہ آپ کی مٹی یہاں کی تھی +

کعبے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی
مجکو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے

اب تو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ میری مٹی حیدرآباد کی تھی۔

قادیانی صاحب کو الہام ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو لیکن دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے شاعروں کو الہام ہوتا ہے اور کیوں نہو وہ تلامیذ الرحمٰن کے لقب سے ملقب ہیں۔ داغ کے انتقال سے کچھ پہلے حیدرآباد میں یہ غزل ہر ایک کی زبان پر تھی جس محلے میں جاؤ یہی سُن لو ؎

داغ ہر ایک زباں پر ہے فسانہ تیرا
وہ بھی دن آتے ہیں آتا ہے زمانہ تیرا

اور انتقال سے پہلے تو یہ غزل حیدرآباد کے بچے بچے کی زبان پر تھی ؎

… کی آپ کی وفات

سے پہلے ہر گھر میں ہو گئی تھی ۔

ذوق و مومن و غالب تو پیوند زمین ہو گئے تھے دلی کی چھوٹی آنکھ کا دیدہ داغ

باقی رہ گئے تھے وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اب شاعری کا لطف نہ رہا ؎

داغ کے ہی دم سے تھا لطفِ سخن
خوش بیانی کا مزا جاتا رہا

اب دعا یہ ہے کہ ان کی اللہ تعالیٰ سے اچھی بنے اور خداوند کریم ان کو جنت

الفردوس مرحمت فرماوے ؎

ہم حشر میں جب داغ کو پوچھیں تو فرشتے
جنت کو بتائیں کہ یہ ان کا ہی مکاں ہے

اگرچہ پہلے ہی دل پر بہت داغ شعراء کی مفارقت دائمی کے پڑے ہوئے تھے

لیکن داغ کا وہ داغ دل پر ہوا ہے جو قیامت تک نہ جائے گا بلکہ اس داغ سے

اور جو دل پر زخم تھے وہ بھی ہرے ہو گئے ۔ مومن و ذوق و شیفتہ و غالب و قلق

و بیان نہ رہے لیکن وہ اپنی تصویر میرے صفحۂ دل پر چھوڑ گئے جو اکثر یاد آتے ہیں اور

جنکے اشعار پڑھ کر فوراً دل ہل جاتا ہے ۔

مومن دبلے پتلے نازک بدن خوب صورت لمبے لمبے بال کمر پر پڑے ہوئے اور اونچا

انگرکھا پہنے ہوئے چلے جا رہے ہیں یہ کون صاحب ہیں ۔ مومن خاں صاحب ہیں ۔

شعر کے دھیان میں انگلیوں کو جنبش کرتے ہوئے عجیب چال چل رہے ہیں آپ ہر

جوں خفتگانِ خاک ہے اپنی قلو گی
آیا جو زلزلہ کبھی کروٹ بدل گیا

اُس نقشِ پا کے سجدے نے کیا کیا کِیا ذلیل
مَیں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

ملجائے گر یہ خاک میں اُسنے ہلو نکی خاک
رگِل کی تھی کیوں جمی پاؤں وہ نازک پھسل گیا

ذوق فربہ اندام سیاہ رنگ مشاعرے میں للکار کر شعر پڑھنے والے بڑے ذی اخلاق ہر وقت آپ بھی شعر کی دُھن میں رہتے تھے ایک بار کورتہ پہنے ہوئے آپ اپنے مکان کے باہر دجو قلعے میں تھا ٹہل رہے تھے شعر کے مضمون میں جو گُھسے قلعے سے بھی نکل آئے اور دہلی کے چاوڑی بازار میں آنکلے رات کے دو بجے تھے پرے سے کوتوال گشت کرتا ہوا آرہا تھا۔ ان کو سپاہی نے آواز دی (کون) جواب کون دے آپ تو مضمون میں پھنسے ہوئے تھے۔ کوتوال نے حکم دیا کہ پکڑ لو۔ جب کوتوال آپ کے قریب پہونچا تو دیکھتا کیا ہے کہ آپ تو خاقانیِ ہندؒ استاد ذوق ہیں فوراً گھوڑے پر سے کودا اور آپ سے ہاتھ باندھ کر گزارش کی کہ میری گستاخی معاف کیجئے اِس وقت آپ یہاں کیوں کر نکل آئے تب آپ کو ہوش ہوا کوتوال نے آپ کو سوار کرا کر قلعے میں پہنچا دیا۔ اُن کے اشعار پڑھ کر دلکی بے چینی رفع کر لیتے ہیں ؛

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تِرے سب کے جواب میں

دانہ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہمکو
آئے ہے جز میں نظر کل کا تماشا ہم کو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ گردِ رمِ آہو کی طرح
بھاگے ہے دور سے ہی دیکھ کے صحرا ہمکو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ مست
کیا بنانا تھا ہتھیلی کا پھپھولا ہم کو

استاد مومن خاں صاحب کے عاشق وشیدا تھے مثل پروانہ ہر وقت اُن کے گرد رہتے تھے۔ آپ کے اشعار بہت لوگوں کی زبان پر ہیں +

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی ۔۔ میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

پروانہ بنا میرے جلانے کو وفادار ۔۔ محفل میں کوئی شمع بدل جائے تو اچھا

شیفتہ وہ کہ جس نے ساری عمر ۔۔ دینداری و پارسائی کی

آخر الامر بُت پرست ہوا ۔۔ شان ہے تیری کبریائی کی

غالب نہایت خوب صورت دراز قد وقامت ولایتیوں کا سا لباس رکھتے تھے۔ تمام جہان میں جب آپ بیٹھتے تھے بہت موزوں معلوم ہوتے تھے بڑھاپے میں ذرا چہرمُر ہو گئے تھے ورنہ جسیم وخوب صورت تھے محفل میں اپنا رنگ باندھ لینا انکی ذرا سی بات تھی شعرا ایسے عمدہ طور پر پڑھتے تھے کہ اُن سے بہتر کوئی پڑھتا نہ تھا +

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید ۔۔ ناامیدی اُس کی دیکھا چاہئے

درد منت کش دوا نہ ہوا ۔۔ میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

ہے خبر گرم اُن کے آنے کی ۔۔ آج ہی گھر میں بوریا نہ ہُوا

شوق ہر رنگ رقیب سر و ساماں نکلا ۔۔ قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل ۔۔ جو تری بزم سے نکلا وہ پریشاں نکلا

نسیم جناب مرزا محمد اصغر علی خاں صاحب لکھنؤ کیا گئے واں کے ہی ہو رہے پھر دہلی میں ہم اُن کو نہ دیکھا یاں تک کہ اُن کی صورت بھی مجھے یاد نہ رہی۔ عاشقانہ مضامین اپنے استاد مومن خاں کی طرح خوب لکھتے تھے۔ سنہ ۱۲۸۲ ہجری میں اُنھوں نے انتقال کیا تھا +

ہمہ جو جو کچھ ہوا سب آپ پر کھل جائے گا | بندہ پرور دیکھنا جب دل کسی پر آئے گا
تیغ زنگ آلود خنجر کند بازو ناتواں | مجبور مرنے کے لیے جلاد بھی ترسائے گا
نسیمِ دہلوی ہم مخزنِ بابِ فصاحت ہیں | کوئی اردو کو کیا سمجھے گا جیسا ہم سمجھتے ہیں

فلق میرے استاد جناب حکیم غلام مولی صاحب فلق پست قد گندمی رنگ آپ بھی اہل استاد مومن خاں کی طرح ہر وقت فکر مضامین میں گتھے رہتے تھے بلا کی طبیعت پائی تھی ثانیِ مومن آپ کو کہا گیا ہے بہت بڑا دیوان آپ کا ملک کے ہاتھوں میں ہے ہم

غضب تھی آنکھ لگنی اک نظر کی | کہ جسنے نیند کھوئی عمر بھر کی
بغل میں اسکے دشمن ہے مقرر | نہیں چلمن میں گنجائش نظر کی
ستم تو دیکھ لطف آمیز اس کے | کہ قسمیں غیر سے ہیں میرے سر کی
لو جوشِ قہر جوشِ ترحم میں آگیا | ثابت ہوا گناہ نہ کرنا قصور تھا

بیان میرے کلاس فیلو میر مرتضے صاحب بیان شعر کی دُھن میں ایسے مصروف ہوئے کہ امراض دماغی میں مبتلا ہوگئے گرمیوں کی راتوں میں بھی کوٹھری میں پڑے رہتے تھے خدا جھوٹ نہ بلوائے گز بھر کا عمامہ سر پر رکھتے تھے۔ چکی اور گھوڑے کی ٹاپ کی آواز کہا کرتے تھے میرے دماغ میں چوٹ لگاتی ہے آپ کے کلام کا ماہتاب بہت بلند تھا بڑے بڑے شاعروں سے چھپیں لیں مونہ پھیرا +

وحشت نہیں ہوتی ہے کہ سودا نہیں ہوتا | دل جبکہ الجھتا ہے تو کیا کیا نہیں ہوتا

[illegible] ہوتا

غرضکہ سب ہی سدھارے۔ مجکو ہی نوحہ پڑھنے اور ماتم کرنے کے لئے چھوڑ گئے

میری قسمت میں گر غم اتنے تھے — دل بھی یارب کئی دئے ہوتے

زمانہ کچھ اور کا اور ہی ہو رہا ہے۔ اپنا ہم خیال کوئی نہ رہا سب نے کنارہ کیا۔

روندے ہے نقشِ پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمرِ رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

بے ثباتیِ دنیا

ہم بھی ہیں اے داغ مہماں چندروز — ہے یہ گلزار و گلستاں چندروز
گھر بنایا چھوڑنے کے واسطے — ہے یہ سب ہستی کا ساماں چندروز
مثلِ یوسف بند ہے یہ مرغِ روح — اور جسد ہے مجکو زنداں چندروز
آنکھ کھل جائے گی یک دم غافلو — دیکھ لو خوابِ پریشاں چندروز
مالِ دنیا ساتھ لے جاؤ گے کیا — تم تو ہو اس کے نگہباں چندروز
دم گھٹا جاتا ہے بستی میں مرا — کاٹیے سوئے بیاباں۔ چندروز
ہائے قاسم کو کہاں پر ڈھونڈھئے — ہو گئے تھے ہم سلماں چندروز
مثلِ گل آنکھوں سے غائب ہو گئے — ہیں گہر اور لعلِ دنداں چندروز
یہ بگڑ جاتا ہے چہرہ پھول سا — ہے فقط حسنِ حسیناں چندروز
خاک میں دونوں برابر ہوئینگے — یاں رہیں قلاش و سلطاں چندروز
یہ بنائے کاخ و ایواں کس لئے — تو رہے گا یاں پہ ناداں چندروز

نہ کیوں ہوئیں ماتم میں باغ و چمن
ہوا آج برباد ملکِ سخن
کئے گل رخوں نے گریبانِ چاک
سبھی نوحے پڑھتے ہیں غنچہ دہن
ہر اک سینہ کوبی میں مصروف ہے
زمانے میں پھیلا ہے رنج و محن
جو گھر شادمانی میں مشہور تھا
اُسے آج کہتے ہیں بیت الحزن
گیا داغ سا نکتہ داں دہر سے
عجب تیری گھاتیں ہیں چرخِ کہن
جئے گر ہزاروں برس بھی تو کیا
وہی گور ہے اور وہی ہے کفن

کہو آج شہرت یہ تاریخ مرگ
گئے ہائے اُستاد ملکِ سخن
۲۲ ۱۳

جناب پروفیسر محمد اقبال صاحب

آپ پنجاب کے نامی گرامی شاعروں میں سے ہیں اور آپ کو بھی داغ صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل ہے جن کے کلام کی شہرت تمام ہندوستان میں ہے۔ داغ صاحب کے انتقال پر جو آپ نے نظم لکھی ہے فی الواقع موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔ جس کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

عظمتِ غالب ہے اک مدت سے پیوندِ زمیں
مہدی مجروح ہے شہرِ خموشاں کا مکیں
توڑ ڈالی موت نے غربت میں مینائے امیر
چشمِ محفل میں ہے اب تک کیفِ صہبائے امیر
آج لیکن ہمنوا سارا چمن ماتم میں ہے
شمعِ روشن بجھ گئی بزمِ سخن ماتم میں ہے
چل بسا داغ آہ میت اُسکی زیبِ دوش ہے

اب کہاں وہ بانکپن وہ شوخیِ طرزِ بیاں — آگ تھی کافورِ پیری میں جوانی کے نہاں

تھی حقیقت سے نہ غفلت فکر کی پرواز میں — آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں

جوہرِ رنگیں نوائی پا چکا جس دم کمال — پھر نہ ہو سکتی تھی ممکن میرو مرزا کی مثال

کر دیا قدرت نے پیدا ایک دُونوں کا نظیر — داغ یعنے وصلِ فکرِ میرزا و دردِ میر

شعر کا کاشانہ گویا آج پھر ویران ہوا — دیدۂ خوں بار پھر منت کشِ داماں ہوا

بلبلِ دہلی نے باندھا اُس چمن میں آشیاں — ہم نوا ہیں سب عنادل باغِ ہستی کے جہاں

کم نہیں محشر سے کچھ ایسی صدا کی خامشی
آہ دلسوزی تو تھی گو نکتہ آموزی تھی

اور دکھلائینگے مضموں کی ہمیں باریکیاں — اپنے فکرِ نکتہ آرا کی فلک پیمائیاں

تلخیِ دوراں کے نقشے کھینچکر رلوائیں گے — یا تخیل کی نئی دنیا ہمیں دکھلائیں گے

اس چمن میں ہونگے پیدا بلبلِ شیراز بھی — سینکڑوں ساحر بھی ہونگے صاحبِ اعجاز بھی

اُٹھیں گے آذر ہزاروں شعر کے بتخانے سے — مے پلائیں گے نئے ساقی نئے پیمانے سے

لکھی جائینگی کتابِ دل کی تفسیریں بہت — ہونگی اے خوابِ جوانی تیری تعبیریں بہت

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون
اُٹھ گیا ناوک فگن مار یگا دل پہ تیر کون

اشک کے دانے زمینِ شعر میں بوتا ہوں میں — تو بھی رو لے خاکِ دہلی داغ کو روتا ہوں میں

آہ اے بیت الحرامِ مذہبِ اہلِ سخن — ہو گیا پھر آج پامالِ خزاں تیرا چمن

وہ گلِ رنگیں ترا رخصت مثالِ بو ہوا — یعنے خالی داغ سے کاشانۂ اُردو ہوا

کی نہ کچھ شاید کشش ایسی وطن کی خاک نے — وہ مہِ کامل ہوا پنہاں دکن کی خاک میں

اُٹھ گئے ساقی جو تھے میخانہ خالی رہ گیا — یادگارِ بزمِ دہلی ایک حالی رہ گیا

ہز اکسیلنسی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر راجہ راجایان مدارالمہام

[illegible] ہیں دنیا سے گر

عالیجناب شاد صاحب بہادر دام حشمتہ

وزارت پناہ راجۂ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب بہادر یمین السلطنت پیشکار مدار المہام سرکار عالی تلمیذ حضرت آصف خلد اللہ ملکہ نے جو داغ صاحب کے انتقال پر تاریخیں ارقام فرمائی ہیں ایسی عمدہ ہیں۔ کہ اُن پر سے جواہر نثار کئے جاویں۔ لہذا ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

اُب کہاں وہ بلبلِ ہندوستاں
جس سے تھی گلزار بزمِ شاعراں

اُب کہاں وہ نیرِ اوجِ کمال
تھی زمینِ شعر جس سے آسماں

اُب کہاں وہ شاعرِ جادو کلام
کی زباں سے جسنے تسخیرِ جہاں

اُب کہاں وہ طوطیِ باغِ سخن
نغمۂ شیریں تھا جس کا داستاں

اُب کہاں نواب مرزا خان داغ
وہ جہاں سے آئے تھے پہنچے وہاں

ہائے فالج کے مرض نے جان لی
بخشدے اُنکو خدائے مہرباں

اُن کے اُٹھ جانے کا غم کسکو نہیں
دیدۂ عالم ہے گریاں دل تپاں

نامور ہو گر کوئی ایسا تو ہو
مدح میں سارا جہاں ہے تر زباں

شاد نے لکھی یہ تاریخ وفات
کعبۂ جاں بلبلِ باغِ جناں

۲۲ ۱۳

اک ہفتہ مریض رہ کے مرحوم — احباب سے ہو گئے جدا آہ

تھا نغمہ سرا جو بلبلِ ہند — خاموش ہے اب وہ خوشنوا آہ

کیا کہیے سخن طرازیِ داغ — جاتا رہا شعر کا مزا آہ

تھا ذوق کا نام اُن سے روشن — وہ بات کسی میں اب کجا آہ

دل سے کہی شاد نے یہ تاریخ

دہلی کا چراغ بجھ گیا آہ

۲۲ ۱۳

دیگر

باکمالوں میں جو باقی رہ گئے تھے ایک داغ — اُنکو بھی چھوڑا نہ تو نے وائے چرخِ چنبری

داغ کے مرنے سے باغِ شاعری مرجھا گیا — اب اُنہیں کے دم سے شاخِ نظمِ اُردو تھی ہری

خوش مذاق و خوش بیاں رنگیں مزاج و شوخ طبع — شاعری وہ کی کہ عالم میں ہوئی نام آوری

روز مرہ اس مزے کا لوٹ جائے جس پہ دل — ہر سخن میں دلبری ہر بات میں جادوگری

شعر جو نکلا زباں سے ہو گیا مقبولِ عام — سچ تو یہ ہے کر گئے ملکِ سخن میں سروری

بلبلِ ہندوستاں تھے اور اُستادِ جہاں — اُنکے رتبے سے ہوئی شعر و سخن کو برتری

شاد نے موزوں کیا یہ مصرعِ سالِ وفات

چھپ گیا آنکھوں سے اب وہ آفتابِ شاعری

۲۲ ۱۳

دیگر

اخبارات کا ماتم

زمانہ کانپور۔

حضرت داغ دہلوی کی وفات سے اردو شاعری کو عظیم اور ناقابل التلافی صدمہ پہنچا ہے اور اگرچہ وہ ستر برس کی عمر مین بگرلے عالم جاودانی ہوئے ہین تاہم ایسے یگانہ آفاق اور مایۂ ناز بزرگون کا انتقال قدرتاً رنج دہ اور ایک صدمۂ عظیم کا باعث ہوتا ہے مد وفطرت سے ایک خداداد طبیعت لیکر آئے تہے۔ اور چونکہ ان کا اصلی اوستاد نیچر تہا اسلئے نیچرل شاعری انپر ختم ہتی جس رنگ مین وہ عموماً شعر کہتے تہے وہ فطری سادگی۔ شوخی اور تاثیر مین اپنا جواب آپ رکہتا تہا۔ اور سچ پوچھیے تو باوجود کوشش کسی کو یہ رنگ نصیب نہین ہوا ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند۔

داغ جس رنگ کے موجد تہے یا جس رنگ کو قدرت نے ان کی طبیعت مین ودیعت کیا تہا ذا اردو شاعری کے لیئے بالکل نیا اور نرالا تہا اور یہی وجہ ہتی کہ داغ کو جو شہرت ابتدا ہی سے حاصل ہوگئی وہ عموماً انتہائی عمر مین اور زندگی بہر کی محنت کے بعد حاصل ہوتی ہے اُن کی طبیعت ایک ایسا سانچہ تہی جس مین ہر قسم کا کلام ایک ہی رنگ مین ڈہل جاتا تہا۔ قصیدہ یا ترجیع بند۔ رُباعی ہو یا قطعہ مثنوی ہو یا مخمس وغیرہ سب مین وہی بیساختگی اور نیچرل شان پائی جاتی ہے ان کی غزلون مین اُن کے کلام کا بہت کم حصہ ایسا ہے جس مین آورد اور تصنع کا رنگ شریک ہو اور جو کچہہ ہے وہ ایک خاص کوشش کا نتیجہ ہے۔ بعض لوگون نے یہ مشورہ کیا کہ داغ علمی استعداد مین اپنے معاصرین کے ہم پلہ نہین لو ناچار انہین ایسے

پیدا ہوئے تھے اور فطرت نے جو طبیعت اون مین عطا کی تہی وہ اس فو ٹوگرافی
کے لئے پورے طور پر موزون تہی اپنی اصلی طبیعت کے برخلاف اگر وہ میر و مرزا
اور مومن و غالب کا رنگ اختیار کرتے تو نہ اونکی اس قدر شہرت ہوتی نہ وہ
ان اُستادون کی تقلید کر کے دنیائے سخن مین پہول پہل سکتے تہے۔

کہا جاتا ہے کہ داغ کا مذاق سخن بہت ہی ہلکا اور عامیانہ تہا لیکن یہ خیال
بہت ہی محدود واقفیت کا نتیجہ ہے یہ ضرور ہے کہ اونکی طبیعت حکمت و فلسفہ
کے بہُت دقیق مسائل کی طرف نہین جاتی تہی لیکن ان مسائل سے اُنکا کلیہ
کلام معرا نہین ہے۔ شاعرانہ مبالغہ اور ایسی نازک خیالیون سے وہ کوسون دور
رہتے جنہین مذاق سلیم قبول کرنے مین تامل کرتا ہے مگر سخن گسترانہ جدتین
اور دل مین چٹکیان لینے والی باتین اُن کے کلام مین بافراط ملتی ہین۔ میر و سودا
کے بہتّر نشترا ور خنجر مشہور ہین لیکن اگر داغ کے کلام مین انتخاب کی کوشش
کی جائے۔ تو کم از کم ایک سو بہتّر دل مین کھٹکنے والے نشتر نکل سکین گے۔

مرحوم دہلی کی خاک سے اوٹھے۔ وہان کے شاہی مشاعرون مین شریک ہوئے
رامپور مین آسمان شہرت کے آفتاب بنکر چمکے اور دنیاوی عروج جسکی شعرا
کو اکثر حسرت رہتی ہے اونہین دولت آصفیہ کی بدولت حاصل ہوا اور وہین
پیوند خاک ہوئے۔ اپنی حیات مین اونہون نے لکھنؤ عظیم آباد۔ اور کلکتہ
وغیرہ کا سفر بھی کیا۔ اور ہر جگہہ دھوم دھامی شہرت حاصل کی اُن کے حالات
اونکی لائف جلوہ داغ مین ایک حد تک درج ہین اسلیئے ہم اس مضمون کو فاتحہ خیر
پر ختم کرتے ہین اور سچی تعریف اور ستائش کے پہول اوس فصیح البیان شاعر کی
قبر پر چڑہانا چاہتے ہین جسے اردو شاعری کبھی نہ بہولے گی اور جو زندہ جاوید

حسرت اور تاسف کا مقام ہے کہ آج ہماری قلم کو اقلیم سخن کے ایک زبردست
اور مقتدر بادشاہ سلف کی ایک قابل قدر یادگار اور خلف کے باعث افتخار کی موت
کا واقعہ پرمحزن درج کرنا پڑا۔ یعنے جہان اوستاد بلبل ہند ناظم یار جنگ دبیر الدولہ
نواب فصیح الملک بہادر نواب میرزا خانصاحب داغ دہلوی بتاریخ ۱۴ فروری ۱۹۰۵ء
بمقام حیدرآباد دکن عازم ملک بقا ہوئے اور اپنے ہزارون شاگردون اور لاکھون قدر
دانون کو افسوس اور رنج کرنے کے لئے چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
مرحوم ۲۵ مئی ۱۸۳۱ء مطابق ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ کو بمقام دہلی پیدا ہوئے
آپ نواب شمس الدین احمد خان مرحوم کے فرزند تھے اور آپ کا خاندان دہلی ...
کے شریف ترین خاندانون میں سے تہا۔ ابتدائے شعور سے فن شعر سے طبیعت
کو لگاؤ اور دل کو شوق تہا۔ گیارہ برس کے سن مین آپنے خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم
ذوق مرحوم کا تلمذ اختیار کیا طبیعت نے یوماً فیوماً ترقی کی اور اوائل جوانی مین
ہی اساتذہ وقت نے آپکے کلام کی داد دیتی اور آپ کی حوصلہ افزائی شروع
کی ایام غدر ۱۸۵۷ء سے کچھہ پہلے تک آپ کی عمر بےفکری اور عیش و آرام مین کٹی
مگر غدر کی آفت نے جہان اور شرفا اور اہل کمال کو تباہ اور پریشان کیا وہان
آپ کو بھی ترک وطن پر مجبور کیا۔ چنانچہ غدر کے بعد آپ رامپور کو تشریف لیگئے
وہان عرصہ تک مختلف خدمات پر مامور رہے اور میدان شعر مین کوس استادی
بجایا۔ گلزار داغ۔ آفتاب داغ اور مثنوی فریاد داغ ایام قیام رامپور کا
نتیجہ ہین۔
۱۸۸۸ء مین آپ حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے تین سال تک دربار
... تین سال کے بعد آخر کار سرکار

انتقال کی خبر ہو رہی تھی تو ہمارے کرم دوست پروفیسر محمد اقبال صاحب

ایم اے نے جو آپ کے ارشد تلامذہ مین سے ہین آپ کے وفات کی برجستہ

اور فی البدیہ تاریخ **نواب میرزا داغ** کہی چنانچہ یہ تاریخ پیسہ اخبار

لاہور مین شایع بھی ہو چکی ہے - آیندہ پرچہ مین ہم حضرت داغ مرحوم پر

پروفیسر اقبال کی ایک نظم اور ان کے کلام پر میر نیرنگ صاحب کی ایک

تنقید شایع کرین گے اگر اس وقت تک حضرت مرحوم کی تصویر بھی ولایت سے

آگئی تو ہم وہ بھی ہدیہ ناظرین کرین گے - فقط -

ذوالقرنین

(اردو کی خانہ ویرانی)

آپ کی بزم مین سب کچھ ہے مگر داغ نہین ؛ ہمکو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

ذوالقرنین مطبوعہ ۲۸ رفروری ۱۹۰۵ء مین حضرت داغ دہلوی کی موت

کا حال دیکھکر بے اختیار کلیجہ مونہ کو آگیا - آپ کی وفات سے اردو شاعری

کا یا یون کہئے کہ اردو زبان کا خاتمہ ہو گیا - افسوس زمانہ کس قدر سفاک ہے

کیا وہی داغ جو کلکتہ تک بلبل ہزار داستان کی طرح چہک رہا تہا اور ہزار ہا

لوگون کے خیالات پر اپنی زبردست شاعری سے اثر ڈال رہا تہا - آج ہمیشہ

کے لیئے ہم سے جدا ہو گیا - کیا اردو شاعری کا استاد اور زبان اردو اور

اردو لٹریچر کا مسیحا دنیا سے سفر کر گیا ہاے ؎

کس بیکسی سے داغ نے افسوس جان دی ؛ پڑھکر تیرے فراق کے اشعار مر گیا

اے داغ تم نے دنیا سے رخصت ہونے مین بہت جلدی کی - تم بہت ہو خا

اے داغ نہ دے جان محبت مین کہ نادان ۔

پہر زندہ جہان مین کوئی مرکر نہین ہوتا ۔

خان بہادر بلبل ہندوستان جہان اوستا و ناظم یار جنگ نواب مرزا خان داغ امیر الدولہ فصیح الملک دہلوی اوستاد حضور نظام دکن کی پیدایش ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ کو بمقام دہلی ہوئی تہی اور بعارضہ فالج ۹ ذی الحجہ گذشتہ کو بمقام حیدر آباد انتقال فرمایا اس حساب سے آپ کی عمر وقت وفات کے ۷۶ برس کی تہی آپ وطن مالوف کو چہوڑ کر رامپور تشریف لائے وہان اتفاق سے بہت سے مشہور شعرا مثل ۔ اسیر ۔ امیر مینائی ۔ منشی امیر اللہ تسلیم ۔ جلال لکہنوی وغیرہ موجود ہے لیکن مرزا داغ نے آتے ہی اپنا رنگ جما دیا ساتہہ ہی اسکے اپنے اخلاق اور طرز عمل کو اسقدر درست رکہا کہ اپنے لائق ہمعصرون کو کبہی رنج کا موقع نہ دیا چنانچہ امیر مینائی مرحوم فرماتے ہین ؎

امیر اچہی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مطلع ہے — ہوئین تنتی ہین خنجر ہاتہہ مین ہے تن کے بیٹہے ہین

اپنے ان لائق ہم جنسون سے داغ کو بہی سچی محبت تہی اور جب وہ حیدر آباد تشریف لے گئے تو اکثر فرماتے تہے ؎

اے داغ ہے دکن سے بہت دور لکہنو — ملتے امیر احمد و سید جلال سے ۔

آپ کی جو قدر حضور نظام نے فرمائی تہی وہ محتاج بیان نہین ہے آپ استاد ذوق کے شاگرد تہے لیکن ہر منصف مزاج سخندان کے نزدیک وہ اپنے اوستاد سے بدرجہا بڑہ گئے ۔ غالباً وہ خود اس حیرت انگیز ترقی سے واقف تہے ایک جگہہ نہایت انکساری کے ساتہہ فرماتے ہین ؎

[illegible]

ذوق۔ غالب کی روحوں کو زندہ کر دیا۔ ہماری مادری زبان کو پستی کی حالت سے

عرشِ معلے پر پہنچا دیا وہ سچ کہتے تھے ؎

اردو ہے جسکا نام ہمیں جانتے ہیں داغ ۔ ہندوستان میں دہوم ہماری زبان کی ہے

لیکن افسوس اے داغ تمہارے مرنے سے اندہیرا ہی اندہیرا نظر آتا ہے اب اس ڈوبتی

کشتی کو کون سنبہالے گا اور مصیبت زدہ اردو زبان کی کون مدد کریگا۔ کیا تمہیں

معلوم نہ تہا کہ ملک کو ابہی تمہاری بہت ضرورت ہتی تم خود کہہ گئے ہو ؎

داغ ہی کے دم سے تہا لطفِ سخن ۔ خوش بیانی کا مزا جاتا رہا۔

تمکو معلوم تہا کہ تمہاری دل پسند اردو زبان نہایت خطرہ کی حالت میں ہے

تمہاری پیاری شاعری نا قابل ہاتہوں میں جا رہی ہے اور بہونڈی تقلید

کا شکار ہو رہی ہے ۔ افسوس ہم تو تمہاری زبان میں یہی کہیں گے ؎

داغ مہمان سرائے دنیا میں ۔ اور چندے قیام کرنا تہا۔

اور اگر تم مکروہات دنیاوی سے تنگ آ گئے تہے تو ہم تمہارا ہی مقولہ پیش

کرنے کو تیار رہیں ؎

اے داغ صدمۂ غم ہجران بجا درست ۔ یہ سب صحیح مگر تمہیں جینا ضرور تہا۔

داغ کی شاعری اصلی شاعری ہتی وہ کوئی مصنوعی شاعر نہ تہا۔ اور نہ اسنے

شاعری کو طالب علمانہ حیثیت سے حاصل کیا تہا اوسکی علمی قابلیت کچھ

ایسی زیادہ نہ تہی صرف فارسی کی درسی کتابیں غالباً سکندر نامہ تک پڑہی

تہیں ممکن ہے کہ عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑہی ہوں۔ وہ صرف

ایک فطرتی شاعر تہا۔ اگر وہ یونان میں پیدا ہوتا تو ہومر ہوتا۔ اگر انگلستان

میں پیدا ہوتا تو شیکسپیئر ہوتا۔ اگر فارس میں پیدا ہوتا تو فردوسی ہوتا۔

ہوتا جیسا کہ حضرت داغ خود فرماتے ہین ؎

داغ کو کون دینے والا تہا۔ جو دیا اے خدا دیا تو نے

اوسکی شاعری کا اگرچہ پیرایہ وہی تہا جسکو یورپ مین تہذیب کے دلدادہ قابل اعتراض سمجہتے ہین لیکن اس زبردست شاعر کے قلم سے گل و بلبل اور وصل و فراق کے افسانے بہی اس دلچسپ صورت مین نکلتے تہے۔ کہ دل کو بیچین کر دیتے تہے وہ خود کبہی کبہی اوس میدان کی تنگی سے جسکو اوس نے اپنا جولانگاہ بنایا تہا عاجز آجاتا تہا اور بیساختہ کہہ اوٹھتا تھا

کچھ اور بہی تجہے اے داغ بات آتی ہے وہی بتون کی شکایت وہی گلہ دل کا

داغ نے جسقدر طبیعت نزاکت پسند پائی تہی بر عکس اوسکے اوسکو خلاق عالم نے قیافہ بہونڈا عطا کیا۔ اپنے قیافے کے متعلق وہ خود لکھتا ہے ؎

داغ کی شکل دیکھکر بولے ؎ ایسی صورت کو کون پیار کرے

اور اسی واقعہ کو ایک اور جگہہ نہایت دردناک پیرایہ مین بیان کیا ہے ؎

بنے گا مہر قیامت مین ایک خال سیاہ جو چہرہ داغ سیہ روے آشکارا کیا

اور اپنے اوستاد کی طرح دہلی سے سچی محبت رکھتا تھا اوسکا شہر آشوب فی الواقع اردو زبان مین نہایت قابل قدر اضافہ ہے غالب کہتا تھا ؎

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب ؎ تمکو بے مہری یاران وطن یاد نہین

برخلاف اسکے داغ کو اپنے وطن کی قدرتی محبت محو نہین ہوئی تہی وہ دلی کو ہمیشہ درد کے ساتھ یاد کرتا تھا ؎

داغ وارفتہ طبیعت کا ٹھکانا کیا ہے خانہ برباد نے مدت ہوئی گھر چھوڑ دیا

اور دہلی سے اپنے خانہ ویران ہونے کا اسی طرح افسوس کیا ہے۔

ذوق جائے کون پر دلی کی گلیان چھوڑ کر

اوسکی قدر افزائی جس قدر کہ دکن مین ہوئی وہ ابتک کسی ہندوستان بلکہ ایشیا کے شاعر کی بھی نہ ہوئی ہو گی اور اس بارہ مین وہ اپنے ہمعصر انگریزی شاعر ٹینسن کا مشابہ تہا۔ دونون نے اپنے ملک کی زبانون کو اعلےٰ درجہ کی ترقی دی۔ دونون اپنے فن کے اوستاد تہے اور دونون کو اس فن کی بدولت دنیا مین بے انتہا کامیابی ہوئی ایک امیرالدولہ بن گیا اور دوسرا لارڈ۔ میکالے نے لارڈ ٹینسن کے کلام پر اس طرح ریویو کیا ہے۔

سب سے اہم خصوصیت اوسکے طرز بیان کی یہ ہے کہ ایک حیرت انگیز اور پراثر تصویر نگاہ اور خیالات کے سامنے قایم ہو جاتی ہے جسکی رونق طرز بیان کی سادگی شاعرانہ اوستادی اور زبان والی سے اور نیز اون اثرات کی واقفیت سے جو نغمہ سے پیدا ہوتی ہین دوبالا ہو جاتی ہے خیالی تصویر کے کھینچنے مین اور تشبیہات کی خوبی مین ٹینسن کا درجہ انگریزی شاعرون مین سب سے اعلےٰ ہے اوسکی نظر مثل ایک اوستاد صناع کے ہے اور کبہی خطا نہین کرتی اوس مین یہ قابلیت ہے کہ اپنے مشاہدے کو ایسے فقرات مین پیش کرتا ہے جنکا اثر مثل الہام کے ہوتا ہے اور صرف ایک لفظ یا فقرے سے جادو کا اثر پیدا کر دیتا ہے ساتھ ہی اسکے یہ اعلےٰ درجہ کی صفت مضامین کی سادگی سے وابستہ ہے اور یہ سادگی ٹینسن کی اوس دلچسپی پر منحصر ہے جو اوسے ٹھیٹ انگریزی الفاظ کے ساتھ ہی اوسکے چھوٹے چھوٹے الفاظ میں وہ دردناک اثر ہے جو ملٹن کی تصانیف میں بھی نہیں ہے نسبت

پیدا کردیتا ہے تو اوسکو مشکور ہونا ہے۔

ہم وثوق کے ساتھہ کہہ سکتے ہین کہ داغ کی شاعری کی بھی اصلی خوبی وہی ہے جو ٹینس کے کلام کی ہے اوسکے خیالات ایسے دلچسپ پیرایہ مین ادا ہوتے ہیں جو دلپر پورا اثر ڈالتے ہیں اور اوسکی زبان کی سادگی اوس اثر کو دوبالا کردیتی ہے وہ فی الواقع ایک مشاق کاریگر کی طرح شاعری پر پوری قدرت رکھتا ہے اور اوسکو اپنے ناظرین کے رولانے اور ہنسا دینے میں کامل دستگاہ حاصل تھی وہ اردو زبان کے منضبط قواعد کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تہا۔ اور اپنی خداداد قابلیت پر پورا بھروسہ رکھتا تھا وہ کہتا ہے

غیرون کا اختراع و تصرف غلط ہے داغ
اردو وہی وہ نہین جو ہماری زبان نہین

اب ہم غالب سے مقابلہ کرکے دکھلانا چاہتے ہین کہ ہمارے ہیرو نے اردو زبان کو کہانتک جلا دی کیونکہ وہ خیالات کی بلند پردازی اور شاعرانہ نزاکت اور محاورات کی شستگی مین غالب سے بہت مشابہت رکھتا تھا غالب نے اردو بھونڈے الفاظ موزون محاورات اور عربی اور فارسی کی ترکیب عبارت اردو زبان کو مبرا کرنے کی بنا ڈالی لیکن داغ نے اس قابل قدر کوشش کی پوری تکمیل کردی اوسکا پہلا دیوان گلزار داغ اس قدر سادہ زبان اور روش مین نہین لکھا گیا ہے جیسا کہ آفتاب داغ یا مہتاب داغ اور شاعرانہ بلند پردازی اور جدت خیالات سے قطع نظر کرکے یہہ کہہ

ہین اونمین فراق کی تصویر وصل کی تصویر
سے بدرجہا اچھی کھینچی گئی ہے - بخلاف اسکے داغ اپنی خواہش
مین ہمیشہ کامیاب رہا اور اوسکے وصل کے مضامین بالعموم
نہایت پرلطف اور بامزہ ہوتے ہین لیکن رنج اور ناکامی کے
مضامین پر اوسکا قلم کم اوٹھتا ہے - ذیل کے اشعار ان دونون
نامور شعرا، کے ایک ہی طرح کے لکھے ہوئے ہین اور اسکا مقابلہ
خالی از لطف نہوگا

غالب
حُسن مہہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے
اوس سے میرا مہہِ خورشید جمال اچھا ہے

داغ
یہہ ترے چشم فسونگر مین کمال اچھا ہے
ایک کا حال برُا ایک کا حال اچھا ہے

غالب کا مضمون نہایت سنجیدہ طرز بیان نرالا اور الفاظ کی ترکیب
نہایت دلکش ہے - لیکن داغ کی شوخی اور شاعرانہ بلند پروازی
بہت بڑھ گئی ہے اوسنے ایک صحیح واقعہ کی تصویر کو ایسے خوبصورت
پیرایہ مین بیان کیا ہے کہ سنکر طبیعت بیچین ہو جاتی ہے ؟ -

غالب
بوسہ دیتے نہین اور دلپہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

داغ
تاک کر دل کو وہ فرماتے ہین مال اچھا ہے
یہہ خدا کی قسم اندازِ سوال اچھا ہے -

غالب کا معشوق زبان سے کچھ نہین لیکن نگاہ سے اپنا

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا

غالب
ساغرِ جم سے میرا جامِ سفال اچھا ہے

داغ
ایک دوکان مین رکھہ آئے ہین ہم دل اپنا
دور سے سب کو لبھاتے ہین وہ مال اچھا ہے

غالب کے شعر مین ایک درد ہے داغ کے شعر مین اچھا چوچلہ ہے۔ اور "سب کو" کے لفظ نے اوسکے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

غالب
اُن کے آنے سے جو آجاتی ہے مونہ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

داغ
وہ عیادت کو مرے آئے ہین لو اور سنو
آج ہی خوبی تقدیر سے حال اچھا ہے

اس جگہ غالب بازی لے گیا۔ داغ کے شعر مین اول تو حال اچھا ہونے کا ثبوت نہین اور خوبی تقدیر پر ٹال دیا گیا ہے دوسرے بیمار عشق کا حال اچھا ہونا شاعرانہ نزاکت کے خلاف ہے غالبًا داغ کو یہ نقص خود محسوس ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ آگے چلکر لکھتا ہے۔

مرض عشق کی صحت کے اوٹھائے الزام۔
ہم مرے جاتے ہین جس روز سے حال اچھا ہے

غالب
ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

داغ
آپ پچھتائین نہین جور سے توبہ نکرین
آپ گھبرائین نہین داغ کا حال اچھا ہے

پر شاید کسی شاعر نے ایسا مضمون اس خوبصورتی سے ادا کیا ہو۔ علاوہ

اسکے فلسفیانہ اصول پر جنت اور دوزخ کے تسلیم کرنے کی ضرورت

اس سے اچھی طرح ظاہر نہین کی جاسکتی۔ داغ کی اسی غزل کا

مقطع جو مین نے لکھا ہے اگرچہ اوسکا مضمون اس شعر سے نہین

ملتا لیکن ہم یہہ صرف دکھلانا چاہتے ہین کہ اوسکو مقطع مین اپنی

اپنی اوستادی ظاہر کرنے کا کہان تک ملکہ حاصل تہا ہماری رائے

مین داغ کا مقطع شاعری کے اعتبار سے غالب کے مقطع سے کسی

طرح کم نہین ہے بلکہ زبان کی صفائی کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے

عاشق کا جور و جفا اوٹھانے کا شوق معشوق کی سچی محبت کی تصویر اس

سے اچھی تمام اردو شاعری مین نہیں ملے گی؟۔

اب ہم مرزا غالب کی ایک دوسری غزل کے چند شعر لکھ کر داغ

کی ہم طرح غزل سے مقابلہ کرنا چاہتے ہین اور دکھلانا چاہتے ہین۔

کہ ہمارا ہیرو مضمون آفرینیٔ یا زبان کی شُستگی مین غزل کے

میدان مین غالب جیسے باکمال شاعر سے کسی طرح کم نہین تھا۔

غالب

چاہیے ہمنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل۔
بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیئے

داغ

دل کی جانب سے تغافل کیون ہوا
قرضداروں سے تقاضا چاہیئے

غالب کا شعر نہایت پر ... ہے اور وہ کل اثرات جو دل کے

مایل ہو جانے سے پیدا ہوئے ہین۔ نہایت خوبصورت شکل

جب تک اوسے واپس نہیں دیتا۔ ایک قسم کا قرضدار رہتا
ہے۔ اور کوشش کرتا ہے کہ قرضہ ادا ہو جائے اسلیئے داغ
کی سعدی کے عقاید مین غالب کا پچھتاوا قابل لتعریف
نہین۔ لیکن شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ غالب کا معشوق بمقابلہ داغ
کے معشوق کے زیادہ سفاک ہے اور جیسا ہم پہلے لکھ چکے ہیں
غالب ایک نامراد عاشق تھا۔

غالب
اپنی رسوائی میں کیا چلتی ہے سعی۔
یار بھی ہنگامہ آرا چاہیئے

داغ
تیرے جلوہ کا تو کیا کہنا مگر۔
چاہنے والے کو دیکھا چاہیئے

غالب اپنی رسوائی کا ذریعہ معشوق ہی کی جلوہ آرائی کو سمجھتا ہے
اور یہ ترکیب نہایت سادگی سے بتلا دیتا ہے۔ لیکن داغ اس جلوہ
آرائی کے اثر سے نہایت مردانہ اور محفوظ رہتا ہے۔ شاید اس کی
بھی یہی وجہ ہے کہ غالب کا معشوق زیادہ بیرحم ہے اور ہماری کلام کی
تائید اسی غزل کے ایک اور حسرت بھرے شعر سے ہوئی جس کی
نظیر داغ کے تمام دیوان مین نہیں ہے فرماتے ہین ؎

منحصر مرنے پہ ہو جسکی امُید
ناامیدی اسکی دیکھا چاہیئے

غرضکہ داغ نے اردو شاعری میں نئی روح پھونک دی اور غالب
جیسے پردرد شاعر سے ترقی کے میدان میں ایک قدم بھی پیچھے

نیرؔ و غالبؔ و آزردہ سے پھر لوگ کہان

داغؔ اب یہہ ہین غنیمت ہمہ دان دہلی۔

اردو زبان پر اوسکے احسانات تا بہ قیامت یاد رہین گے اور اوسکے کمال کی شہرت زمانہ کے ساتھہ ترقی کرتی جلائے گی۔ ہم سوائے اسکے اوسکی نیک کوشش کا کیا معاوضہ دے سکتے ہین۔ کہ دعائے خیر سے یاد کرین یا خدا تو اس اردو شاعری کے مربی و زبان کے محسن کو جنت نصیب کر اور اون کی اس آرزو کو پورا کرے

داغ قیامت مین یہ مژدہ سُنے ٭

جا تجھے فردوس عطا ہو گیا ٭

ہمنے یہ مختصر سا مضمون اوس فوری کیفیت مین جو داغ کے انتقال کی خبر سُننے سے دل پر طاری ہوئی لکھدیا ہے امید ہے کہ داغ کے شاگردان رشید مین سے کوئی صاحب اُن کی سوانح عمری لکھکر پبلک کو ممنون فرمائینگے اور اردو زبان مین ایک قابل قرار اضافہ کرینگے۔

وطن

مختصر حالات داغ

وہ نواب شمس الدین احمد خان رئیس جھرکہ فیروزپور کے (جو مضافات دہلی سے ہے) بیٹے تھے اور ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۳۱ء روز چہار شنبہ کو پیدا ہوئے۔ سنین ہجری کے حساب سے دو یوم کم ۷۶

تارشیہ پر۔ اور وہ فرماتے تھے کہ اسی زمانہ مین نواب یوسف علیخان
صاحب والی رامپور دہلی مین تشریف رکھتے تھے اور سکندر نامہ مینے
اُنہین سے پڑہا۔ اس سے زیادہ اُن کی لیاقت کا حال معلوم نہین ہوا۔
مگر اسقدر معلوم ہے کہ عربی میں اونکو دستگاہ نہ تھی۔ شاید کچھہ ابتدائی
رسائل صرف نحو پڑہے ہوں اور نہ یہ معلوم ہوسکا کہ فنون کلام شعر
سے آگاہ تھے۔ مثل عروض و قافیہ و معانی و بیان وغیرہ کے مگر بااین ہمہ
ان کا کلام عیوب شاعری سے پاک نظر آتا ہے گو یہہ زمانہ نہایت نکتہ
چینی کا زمانہ ہے۔ مگر ملک کے باکمال شعرا رنے اون کا کلام نظر مقبولیت
سے دیکھا ہے خواجہ الطاف حسین حالی جو علاوہ عالمانہ استعداد کے
عروض و قافیہ میں بھی خاص بصیرت رکھتے ہیں۔ اونکی نسبت فرماتے ہین

داغ مجروح کو سن لو کہ پھر اس گلشن میں
نہ سنوگے کبھی بلبل کا ترانہ ہرگز

پبلک کی طرف سے بعض خفیف اعتراض بھی اُن کے کلام پر ہوئے مگر
اوس سے اون کے کلام کی قدر نہیں گھٹی کیونکہ اس قسم کے اعتراضات
سے کمتر کوئی شاعر بچا ہوگا ؎ شعر گر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست
مشہور ہے۔ میں اسوقت لکھنؤ اور دہلی کے ہنگاموں کو تازہ کرنا نہیں
چاہتا نہ شعرا رکے مقامی مذاق پر کوئی محاکمہ مقصود ہے۔ بلکہ یہ وہ زمانہ ہے
کہ ان معاملات سے قطع نظر کر کے مجموعی طور پر زبان کو وسعت اور ترقی دینا
چاہیئے اور کسی خاص اثر سے خالی الذہن ہو کر کسی کلام پر ریمارک کرنا چاہیئے
یہ تو ایک جملہ معترضہ تہا۔ مرحوم کی عمر کا پہلا حصہ قلعہ دہلی میں گذرا اور اونکی

اور ہمہ وقت شاں غدر تک وہیں رہے - اور کاملین فن کی صحبت

استفادہ حاصل کیا یہ وہ زمانہ تہا کہ ذوق مومن غالب آرزدہ شیفتہ وغیرہ وغیرہ

جیسے ارباب کمال سے دہلی کو رونق حاصل تہی اس زمانہ میں انہوں نے کہا

نیرو غالب و آزردہ سے پہر لوگ کہان

داغ اب یہہ ہیں غنیمت ہمہ دان دہلی

ابتدائے عمر سے اون کی شعر و سخن کی طرف رغبت تھی - شیخ ابراہیم ذوق

خاقانی ہند کے شاگرد ہوئے اور اُن کے ممتاز تلامذہ سے شمار کئے گئے -

اور اسی زمانہ میں اُن کے کلام کی شہرت ہوئی اور اسوقت کے نامور ارباب

کمال نے اُن کے کلام کو نظر استحسان سے دیکھا چنانچہ اُن کے ایک

شعر پر مرزا نوشہ کی عقیدہ کا حال خواجہ الطاف حسین صاحب نے

لکہا ہے - بعد غدر کے ریاست رام پور میں نواب یوسف علیخان صاحب

کی ملازمت اختیار کی اور نواب مشتاق علیخان صاحب کے زمانہ تک

وہیں رہے نواب کلب علی خان اونپر نہایت عنایت فرماتے تھے -

اور نواب صاحب ممدوح کے عہد میں ایک منتخب شعراء کا مجمع وہان

جمع تھا جہان ہر شاعر کو اظہار ہنر کا موقع ملتا تہا اور اُن کا کلام اوس

مجمع میں پسندیدہ سمجھا گیا - نواب مشتاق علی خان صاحب کے زمانہ

میں بعض ناگزیر اسباب سے ترک تعلق کرکے دہلی چلے آئے اور تقریباً تین

سال تک خانہ نشین رہے - اس درمیان مین ریاست ٹونک و بھوپال

سے اور نیز خود ریاست رام پور سے طلب ہوئی - لیکن وہ کہین نہ گئے پہر

بعض اراکین دربار آصفیہ کی تحریک پر حیدرآباد دکن کا سفر کیا اور

سلاطین اسلام اس ملک میں فرمانروا تھے کبھی کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ اول ساڑھے چار سو روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی اور اول روز امیدواری سے تاریخ ملازمت تک کل تنخواہ اسی حساب سے یک مشت دی گئی اور کچھ عرصہ کے بعد پھر ایک ہزار مشاہرہ کیا گیا اور پھر یوم ملازمت سے کل تنخواہ اسی حساب سے یک مشت دی گئی۔ پھر سات سو روپیہ ماہوار منصب اور مقرر ہوا اور دبیر الدولہ فصیح الملک ناظم یار جنگ کا خطاب ملا اور خلعت اوستادی سے سرفراز کئے گئے اور اکثر مواقع میں صلات گران بہا پاتے رہے مرحوم کی تقریباً ڈیڑہ ہزار تلامذہ پبلک مین پھیلے ہوئے ہین اُن کے کلام پر ریویو کرنے کی نہ یہان گنجایش نہ راقم الحروف مین اسکی لیاقت مرحوم نے تین دیوان موسوم گلزار داغ۔ انتخاب داغ ماہتاب داغ۔ اور ایک مثنوی موسوم بفریاد داغ یادگار چھوڑے ہین اور چوتھا دیوان زیر تدوین تہا خدا مرحوم کی مغفرت کرے۔

نیّر اعظم مراد آباد

آج راہی جہاں سے داغ ہوا　　خانۂ نظم بے چراغ ہوا

یوں تو وہ کون سی چیز ہے جسکو فنا نہیں۔ کونسا انسان ہے جس کی تاک مین قضا نہیں کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ ہر شخص کو کبھی نہ کبھی مرنا ہے۔ سبھوں کو ایک نہ ایک دن دنیا سے کوچ کرنا ہے۔

سماک تک عرش سے فرش خاک تک کون ہے اور کیا چیز ہے جسکو فنا نہ ہوگی غرض ازل سے ابد تک نہ کسی کو ہوئی ہے بقا نہ ہوگی۔

کلال قدرت نے دست صنعت سے نقش دہر جب اوتارا
بقا کسی شے کو دی نہ اوس نے بنایا فانی یہ کھیل سارا
جو ہو بصیرت تو دیکھو غافل کہ اکتفا ہے پے اشارا
کہاں سلیمان کہاں سکندر کہاں ہے جم اور کہاں ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر۔

یہ سب کچھ صحیح ہے مگر یہ بھی ضرور ہے کہ بعض موت ایسی روح فرسا اور جانگداز ہوتی ہے کہ جسکا صدمہ حیطۂ تحریر میں آسکے نہ حیطۂ تقریر میں۔

مشہور بات ہے کہ جوان کا مرنا غیر دن کا بھی دل ہلا دیتا ہے۔ دشمن افسوس کرا وٹھتا ہے۔ چار آنسو بہا لیتا ہے۔

گر پیر نود سالہ بمیرد عجبے نیست
این ماتم سخت ست کہ گویند جوان مرد

لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو سن رسیدہ کا بہی دنیا سے گزرنا کوئی معمولی بات نہین ہے جو تجربہ اوسکو ہوتا ہے جوان کو کہاں نصیب۔ گرم و سرد زمانہ دیکھکر دنیا کے نشیب و فراز جو وہ سمجھ سکتا ہے۔ شباب مین کہاں سوجھتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ شیخ ہو یا شاب ہو۔ جس سے ایک عالم فیضیاب ہو۔ ایسا شخص داعی اجل کو لبیک کہکر اس جہان سے گزر جاتا ہے ضرور دل مین خراش پیدا کرکے جگر کو پاش پاش کرجاتا ہے ؎

مرنا یہ کس کا جان سے بیزار کر گیا۔

مرحوم مشہور تھا پر آ

کل جسے سلمہ اللہ تعالے تہا خطاب

آج اُسکو غفر اللہ لہ کہتے ہین !!

کے نام سے آشنا نہو اور اون کے کلام معجز نظام پر جان و دل سے فریفتہ اور شیدا نہ ہو۔

- یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں۔

وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں

ہائے اوس بدر کمال نے ابر فنا میں موںھ چھپا کر بیت شعر کو تاریک کر دیا۔ نظم اردو کی رونق جاتی رہی یا نسخہ پلیٹ گیا۔

گئی اردو کی رونق داغ کے ساتھ

وہی دم تھا غنیمت وہ نہین ہے

شعر مین زبان کا ذائقہ حضرت داغ کے ساتھ زمین میں دفن ہو گیا۔ شوخی کلام۔ بندش۔ محاورہ۔ معاملہ سب مٹ گئے سب کا مزا کہو گیا۔

داغ ہی کے دم سے تہا لطفِ سخن

شعر خوانی کا مزا جاتا رہا

یہ تو کون کہہ سکتا ہے کہ شاعری بالکل ختم ہو گئی کلام آیندہ کو موزون ہو گا ہی نہین۔ نظم تمام جہان سے اوڑ گئی مگر ہان یہ ضرور ہے۔

داغ سا آدمی نہ پاؤ گے۔

گل ہزارون ہین ایک صورت کے

ہائے اوس مرحوم کی کس کس بات کو یاد کرین کلام وہ چلبلا کہ بے اختیار د

داغ عجز بیان ہے کیا کہنا۔

طرز سب سے جدا نکالی ہے۔

پھر شعر کے پڑھنے کا وہ ڈھنگ تہا اوسکا مزا کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جنہون نے
کبھی اُس مرحوم کو پڑھتے ہوئے دیکھا ہو گا۔ باتین وہ پر لطف تہین۔ جنہین
سُنکر دل چاہتا تہا کہ اس شخص کے کلام کا سلسلہ کبھی ختم ہی نہو۔

باتین سُنیئے تو پھڑک جائیے گا۔

گرم ہین داغ کے اشعار یہ کیا۔

اخلاق ایسا کہ تلامذہ سے بھی ہم رتبہ اشخاص کی طرح برتاؤ ہوتا تہا شاگردون
کے کلام کی اصلاح کا وہ نرالا اور اچھا طریقہ تہا اور ایسا ملکہ ہو گیا تہا کہ شاید دوسرے
شخص کو نصیب ہونا محال نہین تو دشوار ضرور ہے ہر جگہہ اصلاح دیتے وقت
یہہ معلوم ہوتا تہا کہ اسکے واسطے پہلے سے الفاظ تلاش کر لئے گئے ہین جو برابر
ایک لفظ کو بدل کر اوسکی جگہہ دوسرا لفظ بنایا جا رہا ہے بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی
مین ید طولےٰ حاصل تہا حاضر جوابی مین جواب نہ تھا۔

بہت سے لطیفے۔ اکثر برجستہ جواب جو زبان مبارک سے ادا ہوئے جنکو
سنکر آجتک کان مزے لے رہے ہین۔ جی چاہا کہ اُن کا بیان کرون مگر خوفِ
طوالتِ مضمون نے باز رکھا۔

حضرت داغ گو دنیا سے چلے گئے لیکن اون کا نام جبتک نظم اردو کی
بنیاد جہان مین باقی ہے قایم رہیگا مگر ہائے ہم کیا کرین نئے نئے مضمون کے
شعر کہہ کر کون سنائے اگر طلب دیا بس خود کہین تو برے کو اچھا کون بنائے

دوستی کا ہے زمانہ یہ بھروسہ کس پر

وشاگردون کو صبر جمیل عطا فرماوے۔

ہم حشر مین جب داغ کو پوچھین تو فرشتے
جنت کو بتائیں کہ یہ اون کا ہی مکان ہے

فقرات آگرہ اخبار

ولے حرمان نصیبی کہ یہ چراغ سحری ہی باد تند کے جھونکون سے گل ہوگیا اور دلی کی زبان کا خاتمہ کر گیا۔ میں اسوقت دکن مین نواب دولت یار جنگ بہادر مرحوم کے دولت خانہ پر فروکش تھا یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی ہاتھون کے طوطے اڑ گئے کہ ہائے بلبل ہندوستان اس گلستان سخن کو ویران کر گیا ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیان تھین مرنے والے میں

اسوقت سخنوران دہلی کو حضرت داغ پر جو کچھہ بھی فخر و ناز ہے وہ بجا اور درست ہے فی الواقع جناب داغ نے زبان اردو کو اسقدر صاف و شستہ کیا ہے کہ جسکی تعریف و توصیف بیان سے باہر ہے دیگر اساتذہ کی طرح آپ کو رعایات اور استعارات کی طرف رجحان نہین تھا۔ بلکہ صرف زبان اور محاورات کو صاف کرنا آپ نے اپنے ذمے لیا تھا جو اردو کی ایک بیش بہا خدمت ہتی۔ آپ شاعرانہ خیالات کو نہایت خوبصورت الفاظ مین ادا فرماتے تھے اور بات مین بات پیدا کرتے تھے آپ کے اشعار مین پیچیدگی کا کہین پتہ نہین ہے اسبات پر مجبور نہ تھے کہ زلف کا ذکر ہے تو لفظ سنبل ضرور چسپان کرنا چاہیے یا رخ یار کا کا تذکرہ ہے تو گل کو بھی کسی نہ کسی طرح شعر مین دکھا دینا ضروری ہے آپکے

کا لُطف ہے مگر سادگی اور زبان کا وہ مزہ ہے کہ جو کبھی زائل نہیں ہو سکتا
زبان کو آپ نے صاف ستھرے الفاظ سے جیسا درست کیا ہے وہ آپ
کی لائف میں ہمیشہ یادگار زمانہ رہیگا ان ہی وجوہ سے آپنے بزبان فصیح
فرمادیا تہا سے

نہین کھیل ہے داغ یارون سے کہدو۔
کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے۔

اے موجودہ زمانہ تو نے ہم سے کیسے کیسے اہل کمال اور روشن خیال اصحاب کو
جُدا کردیا اور جوہر شناس پبلک کو اون کی مفارقت مین واویلا کرتا چھوڑا بفحوائے
ارشاد جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم تجھکو بُرا نہین کہتے مگر بمصداق
کُلُّ یَوْمٍ بَتَرٌ اب روز بروز زوال دیکھ رہے ہیں۔ جناب داغ کی مفارقت
حسرت آیات اس وقت زیادہ اردو کے ساتھ وہ ہی معاملہ کر گئی جو بہار کے
ساتھ خزان کر جاتی ہے۔ اب ایسے اہل کمال کے لئے انکھین ندیدی رہ گئی
انہون نے ماشاء اللہ نہایت عاجز طبیعت پائی تہی اور طاقت زبان اور فصاحت
بیان مین واقعی بلبل ہندوستان تہے جیسے آپ اہل کمال تھے ویسے ہی خوش
قسمتی سے سرکار بہی مل گئی اور دکن میں اون کی خوب خوب عزت افزائی
ہوئی آپ کی شہرت اور ناموری ضرب المثل ہے ہندوستان کا بچہ بچہ آپکے
نام نامی سے واقف ہے تخلص بہی وہ پایا کہ جو آپکے کلام مین بعض بعض مقامات
پر لُطف دکھا گیا فرماتے ہین سے

ملے مجھ سے تو پوچھا کیا تمہین کو داغ کہتے ہین۔
تمہین ہو ماہ کامل ہین تمہین رہتے ہو لالے میں۔

واقعی کچھہ یہی نہین انسان ہین۔

فقرات پبلک میگزین امرتسر

مرحوم صفائی زبان اور معاملہ بندی کے لحاظ سے مسلّم الثبوت اوستاد مانے جاتے تھے۔ زبان اردو کو صاف کرنے مین مرحوم کی کوششین نظم اردو کی دنیا میں ہمیشہ یادگار رہین گی۔ داغ جس طرح مستند اوستاد مانے جاتے تھے۔ زندگی مین اوسی طرح اون کی غزلین قبولیت عام کا سارٹیفکٹ حاصل کرچکی تہین۔ افسوس کہ ہندوستان سے اپنے فن کا صاحب کمال اٹھ گیا۔

فقرات ریاض الاخبار گورکھپور

جناب داغ ایک خوشگوار مشہور شاعر تھے بہت کم گہر ایسے ہون گے جن مین اون کا کلام نہو۔ یہ نہایت ذہین اور شوخ طبیعت تھے۔ معاملہ بندی اور زبان کی سادگی مین اون کی خاص شہرت ہے اون کے پہلے دیوان کے دونون حصے کی شاعری کا پیمانہ نہایت وسیع ہے اعلے خیالات سے یہ دیوان بھرا پڑا ہے؟۔

فقرات آرمی نیوز لدھیانہ

فصیح الملک داغ دہلوی کی وفات پر علاوہ تمام اردو اخبارون کے اخبار ٹریبیون تک نے اظہار افسوس کیا داغ کا یہ شعر ہے

کعبہ کی ہے ہوس کبھی کوے بتان کی ہے

فقرات البشیر اٹاوہ

عقلمندون اور خصوصًا قومی اوتار چڑہاؤ کے دیکھنے والون کے نزدیک اسوقت قوم مین ایسے باہمت لوگون کی ضرورت ہے جیسے کہ داغ مرحوم مضامین سے قطع نظر کرنے کے بعد اسمین شک نہین کہ قدیم شاعری کے خاص رنگ مین داغ مرحوم نے علم اوستادی خوب بلند کیا۔ اور فی الواقع وہ اپنی طرز کے اوستاد تھے اگر ایسا نہوتا تو مقبولیت کے عا مہ تاج زمانہ اون کے سر پر نہ رکھا جاتا۔ اور بیکس پرانی شاعری یہ کہکر نہ روتی ؎

داغ مجروح کو سُن لو کہ پہر اس گلشن مین۔
نہ سنوگے کبھی بلبل کا ترانہ ہرگز۔

انتقال سے کئی کئی مہینے پہلے یہ غزل گائی جاتی تہی۔

مسیحا آ نہین سکتے مین اچھا ہو نہین سکتا

اور اس سے پہلے ؎

داغ ہر ایک زبان پر ہے فسانہ تیرا۔
وہ بھی دن آتے ہیں آتا ہے زمانہ تیرا

فقرات افضل الاخبار دہلی۔

بلبل ہندوستان فصیح الملک حضرت نواب مرزا خان داغ دبیر الدولہ بہادر دہلوی مرحوم کی وفات حسرت آیات نے ہندوستان مین تہلکہ مچادیا ہر عالم وجاہل عورت مرد بلکہ بچہ بچہ کی زبان پر مرحوم کا نوحہ ہے حضرت داغ مرحوم کے

شعرائے ہندماتم

اور

قطعہ ہائے تاریخ وفات

جناب شیخ محمد حنیف علی صاحب رعب قریشی انصاری شاہ آبادی

رفت از عالم فصیح الملک داغ
رونق بزم سخن برد آہ آہ

گفت تاریخ وفاتش رعب زار
آہ داغ دہلوی مرد آہ آہ
۱۳ ۲۲

دیگر

چل بسے داغ آہ دہلی کا چراغ اب گل ہوا
تیرہ آنکھوں میں ہے عالم ہائے مہر شاعری

رعب سے تاریخ جب پوچھی تو رو رو کر کہا
ہو گیا زیر زمین پنہاں سپہر شاعری
۱۳ ۲۲

جناب حکیم بدر الدین صاحب بدر سنامی

از خیل سلاطین میرزا داغ
فخر نسل و نژاد بادا

سلطان سخنوران دہلی
عرفش جگت اوستاد بادا

شاگردش شاہ حیدرآباد
بر تختش بامراد بادا

گویند کہ داد جان بہ فالج
روحش بہ بہشت شاد بادا

از غیب شنید بدر سالش
داغ مرحوم یاد بادا
۱۳ ۲۲

دیگر

کرتا ہے زمانہ اور کرے گا
تا حشر تنائے میرزا داغ

یزدانی مینائی باقی ہوتے — گر بعد فنائے میرزا داغ
ہوتے شیوا زبانیون سے — کچھ نوحہ سرائے میرزا داغ
کیون رہ گیا بدر داغ بر دل — کہنے کو غزلے میرزا داغ
تاریخ سروش نے سنائی — ایواے ہیہات میرزا داغ
۱۳۲۲

جناب قاضی سید مقصود حسن صاحب حیرت شاہجہان پوری سررشتہ دار عدالت ججی خفیفہ گوالیار شاگرد داغ

کیون کسیہ پوش آج ہے بزم سخن — کس لئے ہے یہ لباس ماتمی
کیون یہ سناٹا ہے ملک بزم مین — بزم عالم مین ہے کیون بیرونقی
دل بھرا آتا ہے کیون بیساختہ — کیون طبیعت کو ہے یہ آشفتگی
ہم زبان شمع ہین کیون اہل بزم — کیون گلون پر چھا گئی افسردگی
کیا فصاحت پر ستم ٹوٹا یہ آہ — کیا بلاغت پر مصیبت آگئی
آنکھ کس نے بند کرلی آہ آہ — کچھ نہین کھلتا نظر کس کی لگی
کیا ہوا یا رب وہ معنے آفرین — دہوم تھی جسکی زمانہ مین پڑی
کیا ہوا وہ آبرو بخش سخن — کیا ہوا وہ دُرّ تاج شاعری
کیا ہوا سرتاج اقلیم سخن — کیون یہ ملک نظم مین ہے ابتری
آہ ناز اہل معنے کیا ہوا — بنکے بگڑی آہ صورت شعر کی
ساقی خمخانہ اشعار نے — کردیا کیون ختم دور آخری
گُل ہوا ہیہات دلّی کا چراغ — یہ ہوا بار رخ دہلی چلی
ہائے دلّی کا بگاڑا اسکا بناؤ — دونون شکلین اسکی ہین اب بنی

[illegible]   اب [illegible] ہی صبری

المدد اے شورِ محشر آفرین   ضبطِ غم کی اب نہایت ہو چکی

المدد اے گریۂ بے اختیار   اب نہ تھمنے پائے اشکون کی جھڑی

چل بسا کیسا شہنشاہِ سخن   جسکے سر زیبا تہا تاجِ خسروی

وہ فصیح الملک اُستادِ جہان   فخرِ فردوسی و رشکِ انوری

تیرِ برجِ معانی و بیان   آفتابِ آسمانِ شاعری

ایسا استاد زمانہ کون تہا   سچ ہے کہین فنِ سخن کے مدعی

بلبلِ ہندوستان مین کیا نہ تہا   بلبلِ شیراز مین کیا بات تھی

ایک اندازِ تغزل ہی نہین   بلکہ ہر قطعہ قصیدہ مثنوی

فرد ہے ہر نظم کی طرزِ ادا   بات مین بات اک نکالی ہوئی

جوشش دریائے زخارِ سخن   موجِ طوفانی سے بھی چڑھتی ہوئی

ہائے سُن لیتے اگر اوسکا کلام   لوٹ جاتے عسجدی و عنصری

اہلِ فن اہلِ سخن اہلِ کمال   ہند مین گذری ہین اچھے اور بھی

ناسخ آتش سوز گویا شیفتہ   جرأت انشا میر مرزا مصحفی

اپنی اپنی طرز کی سب کہہ گئے   جامعیت کس مین تھی اُستاد کی

اس زبان مین یہ مضامین لطیف   یہ صفائی شعر مین یہ سادگی

شوخیِ الفاظ مین سوز و گداز   طرز یہ تیکھی روش یہ چلبلی

یہ فصاحت یہ متانت یہہ ادا   ہے کسی مین تھی کبھی ہو گی کبھی

اچھے اچھے کہنے والون کو سُنا   یہ اچھوتی بات کہئے کس مین تھی

[illegible]   [illegible] داغ مین ہے تازگی

اے میرے استاد کیا کہنا ترا
کر دیا اُستاد شاگردون کو بھی

اللہ اللہ بیخود و بیباک و وجد
حیرت و مطلب جلال و واصفی

برق و نمکین شوخ و بیتاب بشر
آفرین جا و حکیم انجم غنی

اختر و آسید شید اشتوق و شاد
فوق و مظہر سید احسن لکھنوی

شمس و افسون شرف مخمور و عشق
دل طلب محمود جالب دہلوی

گوہر و وارث ضیا سایل خیال
طپش و نادان عیش نوح ناروی

اشک و بسمل طالب مفتون فصیح
نجم ثاقب احسن مارہروی

مہر و باغ و رمز و توقیر و حسن
شاعر و رسوا نسیم و عسکری

جسکے ایسے سیکڑون شاگرد ہین
ایسی اوستادی مسلم کس کی تھی

اور پھر ناز خلف فخر سلف
مہر برج آسمان برتری

خسرو آفاق سلطان دکن
شاہ آصف میر محبوب علی

حضرت آصف شہ ملک دکن
داغ شاہنشاہ ملک شاعری

کیون نہو ہم سب کو شاگردی پہ ناز
ہم مین جب شامل ہین آصف جاہ بھی

واہ کیا استاد کیا شاگرد ہین
آبرو جن سے سخن کی بڑھ گئی

شاہ آصف جاہ کیا کہنا ترا
جیسے تھے اوستاد ویسی قدر کی

قدر دانی یہ رہے گی یادگار
آب زر سے لوگ لکھین گے کبھی

حیرت دلخستہ بس اب صبر کر
ہے دعاے مغفرت بھی لازمی

دُعا

چارہ ساز بیکسان عاجز نواز
قادر مطلق توانا و قوی

یہ بھی تھا اک تیری قدرت کا ظہور
داغ کا یہ اوج و موج شاعری

روکے لکھہ اوستاد کا سال وفات

شاعری اُردو (٢٢) کی ہے ہے (١٣) مٹ گئی

سال زبر و بینہ مین اور لکھ حیرتِ دلخستہ (٢٢) ختم شاعری (١٣)

قطعہ تاریخ دیگر صوری و معنوی۔

کیون نہو اس غم سے جگر پاش پاش آج ہوے حضرت اوستاد فوت
حیرتِ دلخستہ یہ تاریخ ہے۔ تیرہ سو (١٣) بائیس (٢٢) کہو سال موت

دیگر

دستِ بُردِ خزان سے اے حیرت ہائے ویران سخن کا باغ ہوا
مبتلا درد و غم مین ہے ہر ایک دل ہوا دم ہوا و ماغ ہوا
لوگ اوجڑا دیار کہتے ہین آج دلّی کا گل چراغ ہوا
دم۔ نکلتا ہے سنکے یہ تاریخ (تخرجہ) آج راہی (٢٢) جہان سے داغ (١٣) ہوا

دیگر

کیا شانِ کرم ہے دیکھ حیرت بلبل کو خدا نے کیا دیا داغ
دریا کو گہر فلک کو انجم جنت کو نواب (٢٢) میرزا داغ (١٣)

دیگر

ہوا اُستاد کا غم اک جہان کو دلون پر داغ لب پر نالہ و آہ
خصوصًا اون کے شاگردون کو حیرت کہون کیا کس قدر صدمہ ہے جانکاہ
جگر شق کیون نہوا اس غم سے سب کا قضا کی ہے (٢٢) فصیح الملک نے آہ (١٣)

سنتے ہی یہ واقعہ دلکو ہوا رنج و غم　　آنکھوں میں بھر آئے اشک آئی لبوں پر فغان
جب نہ ہو دنیا میں ہاے ایسا فصیح و بلیغ　　شعر کہیں خاک ہم لطف سخن اب کہان
آہ وحید زمان اکمل و یکتاے فن　　ناظم معجز بیان مجتہد شاعران
گو کہ تخلص تھا داغ تھے مہ اوج کمال　　طبع منور سے تھی رونق بزم جہان
بحر فصاحت کے تھے وہ سلک جواہر تھے شعر　　خامہ گہر بار تھا فکر رسا در کشان
ہیں کئی دیوان نغز اونکی تصانیف سے　　اون میں اک ایک ہے رشک دہ بوستان
قطعہ قصیدہ غزل مخمسہ رباعی غرض　　جسکو سنو بے بدل واہ رے لطف بیان
ہے وہ غزل کونسی جسمیں نہیں سوز و درد　　شعر کب ایسا کہا جسسے نہ لیں چٹکیان
بندش الفاظ چست حسن و لطافت کے ساتھ　　نکھری ہوئی بول چال اور وہ ستھری زبان
خوبی طرز کلام مخفی و پنہان نہیں　　جودت ذہن آئینہ جدت مضمون عیان
شہرت نام آوری جاہ و عروج اسقدر　　اور بھی ہیں نکتہ دان اونکو میسر کہان
آصف گردوں وقار جب سے ہوئے مستفید　　بڑھ گئے اوستاد کے مرتبہ و عز و شان
اونکی ارادت سے ہیں شاہ بھی نام خدا　　خسرو اقلیم فن بادشہ شاعران
دیکھ کے اونکا کلام میری تو کیا ہے مجال　　جتنے سخن فہم ہیں صف میں ہیں تر زبان
کہتے ہیں صل علیٰ کیوں نہو مطبوع خلق　　ہے یہ کلام الملوک اسمیں ہیں سب خوبیان
شاہ دکن کو خدا زندگی خضر دے　　صاحب جوہر ہیں خود کاملوں کے قدردان

طاہر دلخستہ نے داغ کی رحلت کے سن -
رو کے کہے - آہ آہ دل میں ہیں داغ نہان
۲۲　۱۳

جناب مضطر صاحب خیرآبادی اوستاد خاص دربار ٹونک

زخم کاری تو تھا امیر کا داغ — اور یہ داغ داغ ہے کاری
کیا برابر کے دونون مصرعہ تھے — کیا برابر کی جوڑ تھی پیاری
مطلع لاجواب تہا پورا — غیرت مطلع نکوکاری
مگر افسوس ایک بہی نہ رہا — نام باقی ہے بہر صد زاری
مہر و مہ دونون ڈوبے گئے دہوکا — دن ہے کالا تو رات اندہیاری
ان کے ماتم مین شعر نوحۂ غم — ہو بہو مرثیہ غزل ساری
بیت بیت ملال ہے گویا — مصرعہ مصرعہ رہِ عزاداری
جتنے مضمون ہین سب پریشان حال — جتنے مطلب ہین مطلب خواری
ساری موزونیان ہین ناموزون — بحر خود غرق گریہ وزاری
بندشیں سب کھلی ہوئی چھوٹی — حالت غم بیان پر طاری
ان کے صدمہ سے سینہ چاک قلم — ان کے غم مین دوات کو زاری
ان کے ماتم کا تاؤ کاغذ پر — رنگ رنگ سپید زنگاری
کیا ہی ملک سخن ہوا برباد — گویا دلی ہے لٹ گئی ساری
چاند سورج تو چھپ گئے دونون — رات تارون کو ہو گئی بھاری
اب تلامیذ داغ کو مضطر — حسن توفیق خاص دے باری
تاکہ سمجھ جائین ملک کے آنسو — دیکھ کر اونکی گرم بازاری
حسن شہرت مین نام ہو پورا — شاعری مین زبان ہو پیاری
اب رہا مین فقیر باب امیر — سو یہان کیا ہے جز نگونساری
طبع ناقص کی اک پہٹی جہولی — اوس مین گندے خیال بیکاری
ہان جلیل و ریاض و کوثر نے — کی ہے باغ سخن مین گلکاری

اے خدا سن لے یہ دعا میری　　بار دے تو کہ ہے تو ہی باری
خاندان امیر و داغ کو دے　　نیکنامی و نیک کرداری
ایک سے ایک بڑھ کے ہو مشہور　　پائین دنیا کی عزتین ساری
دوستان را کجا کنی محروم　　تو کہ با دشمنان نظر داری

جناب منشی اودہم سنگھ صاحب سردار امرتسری

آہ گھر گھر ہے محرم روز عید　　رو رہے ہین چار سو پیر و جوان
دے گئے کیا داغ داغ دہلوی　　آگئی باغ سخن مین اب خزان
اُٹھ رہا ہے چار جانب دود آہ　　ہے بنا گویا زمین پر آسمان
مل گئی مٹی مین اردو شاعری　　اُٹھ گیا لطف غزل لطف زبان

عیسوی سردار لکھ دے سال مرگ
داغ مرگ بلبل ہندوستان
۱۹۰۵ء

جناب آزاد صاحب شیخ پوری تلمیذ امیر مرحوم

بلبل ہند چل بسا کیا تو　　شاعری کا اداس باغ ہوا
جیتے جی تھے جہان کو دھندے　　کارِ دنیا سے لو فراغ ہوا
روشنی جسکی پھیلی ہتی ہر سو　　ہائے وہ آج گل چراغ ہوا
رہا دنیا مین بنکے بُلبل ہند　　خُلد مین جاکے باغ باغ ہوا
ہائے فالج کا تہا وہ اک جُھونکا　　جس ہوا سے یہ گُل چراغ ہوا
دل پہ کیا کم تہا اک امیر کا داغ　　دوسرا ہائے داغ داغ ہوا
کہتے ہیں آپ کی [illegible]　　واقعی صاحب [illegible]

...ح کا داغ اور امیر کا داغ   دلِ آزاد داغ داغ ہوا۔

مصرعۂ سال کہہ کے دم نکلا۔

آج راہی جہان سے داغ ہوا۔

جناب رشید احمد صاحب رشید رئیس تھانہ بھون

خاک میں ہائے مل گیا شعر کا عز و جاہ آہ   زیر زمین نہاں ہوا چرخِ سخن کا ماہ آہ

سالِ وفات کیلئے ہاتفِ غیب نے کہا   حضرتِ داغ اے رشید مر گئے آج آہ آہ

۱۹۰۵

دیگر

چل بسے نواب میرزا خانِ داغ   مٹ گیا شعر و سخن کا جاہ حیف

کہاں ملینگے اردو کے شاعر بہتر   کون بتلایا کریگا راہ حیف

حیدرآباد دکن میں جا چھپا   آسمانِ شاعری کا ماہ حیف

رہ گئی بیکس زبان دہلی کی ہائے   یہ غریبی بیکسی اور واہ حیف

دو عدد کا تخرجہ کرکے لکھو۔

داغ مرزا خان نواب آہ حیف

جناب حافظ احسان الحق صاحب احسان رئیس تھانہ بھون

اب لطفِ شعر گوئی احسان نہیں رہا ہے   گل ہو گیا ہے اسکا روشن جو تھا چراغ

سالِ وفات کی جب میں فکر کر رہا تھا   ہاتف نے آکے پوچھا کیا مر گیا ہے داغ

جناب منشی محمد ابو القاسم علی صاحب ... شاگرد داغ

ہے چرخ سخن کے دو ہی میر — ایک مہر کہا اور دوسرا ماہ
دلی مین اور لکھنؤ مین — تھے ایک ہی شخص دونون واللہ

عبرت کہتی ہے تربتون پر
یہ داغ ہے یہ امیر ہے

شد رفت داغ سخنور زعالم — کہ بلبل زگلزار شعر و سخن شد
دلم خواست تاریخ رحلت زہاتف — بگفتا نہان زیر خاک دکن شد

جناب مولوی حکیم قیام الدین صاحب بخت جونپوری تلمیذ جناب امیر

داغ اس رہگزار عالم سے — پہنچے آخر کو اپنی منزل پر
سال ترحیل داغ ہے یہ بخت — داغ اے ہائے دے گئے دل پر

جناب منشی چراغ الدین صاحب لائق لاہوری اہلکار مطبع ریاست بہاولپور

میرزا نواب داغ دہلوی — یادگار ذوق و مومن چل بسے
گو مسن تھے پر یہ غم عالم کو ہے — جس طرح سے کوئی کم سن چل بسے
وہ فصیح الملک استاد نظام — شاعرون کے تھے جو محسن چل بسے
شور اک عالم مین ہے اسکا کہ ہائے — مقتدائے اہل باطن چل بسے
کین یہان رہنے کی تدبیرین بہت — بن پڑی کوئی نہ لیکن چل بسے

مصرعۂ تاریخ لائق نے کہا
داغ دے کے عید کے دن چل بسے

ہر جگہ ہندوستان میں کس کے ماتم کا ہے غم — کس کے غم سے غمزدہ ہندو مسلمان ہو گیا

شور ماتم جب ہوا برپا دکن میں دوستو — شرق سے تا غرب فوراً غم کا ساماں ہو گیا

ذوق اور غالب کا غم مٹنے نہ پایا تھا کہ اب — داغ بھی لو ساکنِ شہر خموشاں ہو گیا

سرزمینِ ملکِ دکن ہو اندنوں کیا خوش نصیب — جس میں لعل گنج پنہاں زیر زلفان ہو گیا

کہتے ہیں رو رو کے ہر دم شاعران ملک ہند۔

ہے غروب اب شاعری کا مہر تاباں ہو گیا۔

۲۲ ۱۳

جناب مولوی نجم الدین صاحب ثاقب سہواری

چو داغ از دار دنیا رفت بربست — جہان شد تیرہ و تاریک و بے نور

پے تاریخ سالش گفت ثاقب — بہر دار الفنا بگزاشت مغفور

۲۲ ۱۳

دیگر

داغ دنیا سے اٹھ گئے افسوس — چرخ کیسا یہ بے مروت ہے

گرچہ مرنا ہے ایک دن سبکو — موت اسکی مگر قیامت ہے

اسمیں تھے شاعری کے وہ جوہر — لکھنؤ جنسے بے بضاعت ہے

چھپ گیا ہائے آفتاب سخن — چارسو اب جہان میں ظلمت ہے

شاعری کا چمن ہوا برباد — اب کہاں اس مین وہ طراوت ہے

سن لو ثاقب سے داغ کی تاریخ۔

قمری بوستانِ جنت ہے

۲۲ ۱۳

از جناب وجاہت صاحب صدیقی

آج ڈوبا ہے ناخدائے سخن	موجیں سرمارتی ہیں ساحل پر
تھی غضب داغ کی دُر افشانی	لے گیا نوق ماہ کامل پر
بُلبل ہند اُڑھ گیا افسوس	اب فغان ہے لبِ عنادل پر
وقت رحلت وہ پاس تھے ہیہات	حشر گذرا جناب سائل پر
اس مسافر کو تھا خیال امیر	مل گیا اون سے جاکے منزل پر
باغ پہنچا ہے قیدِ داغ وامیر	گل شگفتہ ہوں تو وہ گل پر

ہے یہ تاریخ رحلتِ اوستاد
آہ کیا داغ دے گئے دل پر

جناب منشی فیاض احمد صاحب فیاض شاگرد داغ

ہو کس لئے نہ حشر بپا آج دہر میں	دارالفنا سے داغ گئے جانب بقا
وہ داغ ہے جو اپنے زمانہ میں واقعی	رشک آسیر و مصحفی و میر و میرزا
وہ داغ جنکی ذات سے زندہ تھی شاعری	کل شاعروں کو جنکے تلمذ پہ فخر تھا
شاداب جنکے لطف سے تھا گلشن سخن	تھا سبز جنکے فیض سے گلزار نظم کا
ہندوستان سے لیکے دکن تک تھی جنکی دھوم	جنکے کمال کو تھا ہر اک شخص مانتا
کردی تھی سہل سب کے لئے راہ فن شعر	تھے واقعی زمانہ میں وہ خضر رہنما
ہر جا کیوں تباہ نہ گلزار شاعری	انکے فیوض خاص سے یہ باغ تھا ہرا
ایسا فصیح صفحہ ہستی پہ اب کہاں	سچ پوچھئے تو نام فصاحت ہی مٹ گیا
دیکھی ہیں ہمنے داغ کی دیوان لاجواب	ہمکو پسند آئے کسی کا کلام کیا
ممکن نہیں وہ بات کسی کو نصیب ہے	دعوے شاعری تو ہے گو سبکو برملا

ہمکو رہیگا حشر کے دنتک ملال داغ — اس غم کی اور رنج کی ہوگی نہ انتہا
اسکی کسک کچھہ آج ہی ہوجائیگی نہ کم — برسوں ہمیں یہ رنج لائیگا یہ درد جانگزا
پسماندگان داغ کو اللہ صبر دے — اور انکو دے بہشت ہماری یہ دعا

فیاض گر تلاش ہے سال وفات کی
کہہ لعل دہلی نذر زمین دکن ہوا۔
۱۳۲۲

جناب سید احمد اللہ صاحب قیصر وکیل عدالت العالیہ حیدرآباد دکن

ہائے افسوس داغ سا استاد — اب نہ عالم میں دوسرا ہوگا
ہند میں کیا تمام دنیا میں — تھے وہ اردو زبان میں یکتا
لوگ اشعار سنکے کہتے تھے؟ — مرحبا مرحبا جزاک اللہ
کچھہ دنوں رام پور میں وہ رہے — کی بسر عمر چین سے او سجا
جب دکن میں تھے آئے وہ تشریف — رفتہ رفتہ یہاں بڑہا چرچا
ایک اوستاد داغ آئے ہیں — بلبل ہند ہے لقب جنکا
اعلیٰ حضرت کے ہوگئے استاد — للہ الحمد بڑہ گیا رتبا
عمر سب چین سے گزاری یاں — لیک جب موت کا پیام آیا
یوں ندا آئی غیب سے چلیئے — پایا آرام سے جہان کا مزا
جب سنی یہ صدا دعا مانگی — عاقبت خیر ہو میری مولا
اتنے میں غل اوٹھا کہ مرزا داغ — دیگئے دوستوں کو آج دغا
روز عید الضحیٰ تہا وقت نماز — لیکے مسجد میں لے گئے لاشا

کر دے علم سخن یتیم ہوا۔
۲۲ ۱۳

جناب منشی غلام علی خان صاحب المتخلص بہ غلامی

الہی کیسا یہ سانحہ جگر فگار ہوا — کہ سینہ داغون سے ہمرنگ لالہ زار ہوا
یہ کس کی موت نے محشر بپا کیا ہم مین — کہ دہلی اور دکن جس سے سوگوار ہوا
اٹھا ہے آج جہان سے یہ کون عالی دماغ — کہ جسکی موت پہ ہر ایک اشکبار ہوا
گئے جو ہستی سے سوئے عدم وہ بلبل ہند — تو فرط رنج سے صرف فغان ہزار ہوا

کہا سروش نے تو سیل داغ کے غم مین
غلامی آج دل لالہ داغدار ہوا
۲۲ ۱۳

جناب گنڈا سنگھ صاحب مشرقی شاگرد جناب داغ

شاعر مشہور داغ دہلوی — در بلاغت بود رشک انوری
اوستاد خسرو ملک دکن — بلکہ اوستاد جہان در شاعری
شاعر شیرین سخن شیوا زبان — بود گنج نکتہ ہائے معنوی
ختم شد بر تو سخن امروز چون — ختم شد بر مصطفی پیغمبری
سینہ من از غمت غربال شد — بیش ازین از غم چہ گوید مشرقی
جنت الماوی ترا باشد مقام — حاصلت باشد سرور سرمدی

گفت ہاتف آہ از حسرت سہ بار
آہ سہ بار ۶+۳، چون بگفتم مرد داغ دہلوی۔
۲۲ ۱۳
۱۸+۱۳۰۲

آج ویران ہوا جہان آباد — کل فلک تمان خراب تھا

کیا زمانہ نے دشمنی کی آج — دوست تھا کل عدو تاب تھا

کل تو صبر و قرار سے گذری — شامل حال اضطراب تھا

ہمہ تن چشم اشک تہی — عالم آب آب آب نہ تھا

آج ہی تنگ عرصہ ہستی — کل تو جینا یہان عذاب تھا

خون دل میکشو شراب تہی — جام مے دیدہ پر آب تھا

لب ساغر پہ تہے نہ بتجانے — آبلہ قطرہ شراب نہ تھا

زہر کے گھونٹ ایسے گھونٹ تہی — موت کی چاشنی لعاب تھا

کس جگر ہی کا کہان ادما رہو — مست تہی سب کوئی خراب تھا

ہم کبھی بیٹھے تہے دست بہ سر — ہاتھ سے چھوٹتا رباب نہ تھا

نے لوازون سلے آہ کی افسوس — شعر خوانی سے دل کباب تھا

ہن برستا تھا اے دکن تجھ مین — سر پر آتش فشان شہاب نہ تھا

آہ استاد داغ کی رحلت — جب ہی آنکھون مین رات خواب تھا

حیدر آباد اُسے کہان سوپنا — گنج معنے تھا وہ تراب نہ تھا

کون شعر اوسکا اک کتاب تہی — یا وہ خود صاحب کتاب نہ تھا

اوسکی پیری غضب جوانی تہی — ہمنے مانا کہ اب شباب نہ تھا

ختم ہے آج شوخی مضمون — ہائے کل تک یہ سد باب تھا

نو بنو تازہ تازہ رنگینی — سر ہو مایل خضاب نہ تھا

آفرینش تہی اُسکے حصّے کی — جدت طبع کا جواب نہ تھا

سیاہ دگم رکوٹ کوٹ کرتی بہری — اسد ہی ہاتھ ہتھیں ہیچ و تاب تھا

نام کا داغ یعنے روشن دل	کیا وہ مہتاب و آفتاب نہ تھا
لاکھ گلچین تھے جسکے وہ گلزار	سو گلستان تھا اک گلاب نہ تھا
اک زمانہ تھا خوشہ چین اُسکا	کون خرمن سے فیضیاب نہ تھا
منبع خیر تھا وہ شر سے پاک	بحر صد فیض تھا سراب نہ تھا
خوانِ یغمی تھی شاعری اُسکی	اک مبارک ہی کامیاب نہ تھا
مہ و خورشید جسکے حلقہ بگوش	اُسکے حلقہ کا کچھ حساب نہ تھا
آسمان ہوگئی زمین سخن	اپنے مُونہہ منزلت مآب نہ تھا
جو برستا ہے وہ سحاب تھا وُہ	جو گرجتا ہے وہ سحاب نہ تھا
تھا ہوا پر نہ کارخانۂ داغ	بحر زخار تھا حباب نہ تھا
تربیت اوسکی بے اصول نہ تھی	طرز تعلیم بے نصاب نہ تھا
اوستادِ حضور شاہ دکن	کہوں کہونکر فلک جناب نہ تھا
تھی حضوری نظر حضور کی تھی	کس گھڑی کب وہ باریاب نہ تھا
رشکِ سحبان لقب فصیح الملک	یہ فصاحت کا تو جواب نہ تھا
بخت بیدار طالع فیروز	غافل و مست محو خواب نہ تھا
بزدلوں کو دلیر کرتا تھا	اور شیرون سے اجتناب نہ تھا
کامیابی کا اوسکے کیا کہنا	ہاں عدو اوسکا کامیاب نہ تھا
حوصلہ دل میں تھا حسد گیسا	صاحب علم تھا عتاب نہ تھا
جان سے بڑھکے تھا ادب کا خیال	پاؤں بیرونِ حدِ ادب نہ تھا
صبر وِردِ زبان رہا تا مرگ	ہاں زبان پر کبھی شتاب نہ تھا
شغل و اشغال و طاعت و قربات	کیا نہ تھا کسب و اکتساب نہ تھا

[illegible] | کب سر منزل تو آب نہ تھا
کونسی رونق اسکے دم سے نہ تھی | کونسا جلوہ ہمرکاب نہ تھا
اوسکی شہرت دبے حجابانہ | اک ذرا بھی کہین حجاب نہ تھا
شمع کو داغ ہے وہ جلوہ داغ | شکل فانوس بھی نقاب نہ تھا
آج اوسکا کوئی جواب نہین | کیا وہ عالم مین انتخاب نہ تھا
پئے تاریخ داغ عالمگیر | چارہ بے روے اضطراب تھا

فی البدیہ لکھا دکن افسوس
کب لب بام آفتاب نہ تھا
۱۳ ۲۲

جناب احسن صاحب شاگرد داغ

کیا عرض کرون خلاف اُمید | کہتا یا کے میرے دل نے ہائے کیا داغ
اوستاد جہان گیا جہان سے | ساری دنیا کو دے گیا داغ
اس غم کا اثر بتاؤں کیا کیا | یا درد ہے میرے دل مین یا داغ
آگاہ ہین اس سے واقف حال | کس درجہ شفیق تھا مرا داغ
لاریب وُہ تھا یگانۂ فن | اردو شعر مین فرد تھا داغ
ہان نام کا بیشک ایک تھا وہ | ہے کون بتا دُو دوسرا داغ
یکسان ہین تخلص اکثرون کے | ہر ایک سے تھا مگر جُدا داغ
ہر بات عجیب ہے اوسی کی | کیونکر نہو بے نظیر تھا داغ
گو داغ کا لفظ بدنما تھا | لیکن کیسا چمک گیا داغ
ہوتا نہ اگر تخلص اوسکا | پاتا یہ نشان و نام کیا داغ

... دنیا میں عجیب شخص تھا داغ

اک اور عجیب بات سُنیئے ۔ چلتے چلتے بتا گیا داغ

بیکار نہیں تخلص و نام ۔ دیتا ہے وفات کا پتا داغ

احسن نے جو سال فوت ڈھونڈا ۔

پایا نواب مسیرزا داغ

۱۳ ۲۲

جناب چھوٹو لال صاحب موج

سو گیا حیف جا کے زیر زمین ۔ ایسا نازک مزاج بلبل ہند

شاعر بے نظیر تھا واللہ ۔ تھا غضب کا دماغ بلبل ہند

جسکو گلزار داغ کہتے ہین ۔ اصل مین ہے وہ باغ بلبل ہند

کہا ہاتف نے مصرعہ تاریخ

چل بسا حیف داغ بلبل ہند

۱۳ ۲۲

جناب سید ظفر حسن خانصاحب تعلقہ دار رسول پور ۔

ہائے مرگ امیر مینائی ۔ غم سے اب تک ہے دل دو نیم افسوس

اوسپہ طرہ ہی داغ کا ماتم ۔ جی کو ہی صدمہ عظیم افسوس

کہدو تاریخ اے ظفر اب کے

شاعری ہو گئی یتیم افسوس

۱۳ ۲۲

جناب ڈاکٹر مبارک حسین صاحب عظیم آبادی شاگرد داغ

[illegible] — یا بلوم مردہ شد زندہ دلی

شاہ اقلیم سخندانی نماند — گشت ابتر جملہ نظمِ شاعری

من ستانم از کرا داد سخن — از کہ من خواہم سخنداں پروری

ماند روزِ چند در فالج علیل — پیش آمد زود وقتِ آخری

ماہ ذی حجہ بتاریخ نہم — شد بہ گلزار جناں آن جنتی

در غم آن بلبل رنگین نوا — دلِ ما نالان است و این نالہ زنی

مدفنش یا رب گل و گلزار باد — از طفیل آل و اصحاب و نبی

بہر تاریخش دل اندوہگین

گفت اے وا مرد داغ دہلوی

۱۳۲۲

جناب مولوی حسن رضا خان صاحب حسن بریلوی

گئے جنت کو حضرت استاد — غمِ فرقت کا حال کیا کہیے

اس قیامت کو حشر زا کہیے — اس مصیبت کو جانگزا کہیے

فلکِ نظم پر قمر نہ رہا — شمس کو آج بے ضیا کہیے

ملک کیسا وہ تھے فصیح زمان — اب فصاحت کا خاتمہ کہیے

بلبل ہند اور جہان اوستاد — بلکہ اس سے بھی کچھہ سوا کہیے

یاد ہین رام پور کے جلسے — اون کی شفقت کا حال کیا کہیے

پیارے شاگرد تھا لقب اپنا — کس سے اس پیار کا مزا کہیے

پوچھیے کس سے اب رموزِ سخن — کس سے خاطر کا مدعا کہیے

مر مٹے نظم کی تمنا مین — آہ کس کس کا مرثیہ کہیے

[illegible] — [illegible]

جناب زوار صاحب الہ آبادی ۔

کیون نہ زوّار ہو بپا ماتم | کیون نہ چارون طرف ہو غم اور الم
چلدیئے ہائے ہائے دنیا سے | بلبل ہند داغ ملک عدم
٢٢ ١٣

جناب مولوی علی احمد خانصاحب اسیر نقشبندی بدایونی

کس طرح غم کا ماجرا کہیئے | کس کا ماتم ہے ہائے کیا کہیئے
مرگیا وہ سخنور کامل | جسپہ سو بار مرحبا کہیئے
اوستادِ جہان فصیح الملک | اور کچھ اسکے بھی سوا کہیئے
مالک الملک تاجدار سخن | بلبل ہند خوش نوا کہیئے
کون ہے آج مصحفی ثانی | کس کو اب ذوق دوسرا کہیئے
کون ہے یادگار میر و نصیر | کس کو نواب میرزا کہیئے
داغ کا ہائے داغ باقی ہے | کیون نہ اس غم کو جانگزا کہیئے

ہے جو تاریخ کا اسیر خیال ۔
داغ نواب میرزا کہیئے
٢٢ ١٣

جناب احسان علیخان صاحب احسان رامپوری شاگرد داغ

فخر ہندوستان فصیح الملک | از جہان رفت سوئے باغ ارم
بہر تاریخ رحلتش احسان ؔ | داغ نواب میرزا گفتم
٢٢ ١٣

جناب ڈاکٹر اسمعیل صاحب ذبیح فخر شعراء دہلی

شاعرے دہلوی فصیح الملک | فاتحہ خوان کہ در زمین خفت ست

داغ نے انتقال فرمایا | آہ کس سے یہ ماجرا کہیے
ہلئے یہ دکھ سنائیے کس کو | کس سے یہ درد وغم فزا کہیے
آسمانِ سخن کے تھے خورشید | جو بہی کہیے انہین بجا کہیے
درۃ التاج شاعری کہیے | عزت میر میرزا کہیے
داستان الم ہے طولانی | آہ کب تک یہ واقعا کہیے
اب دعا کیجیے اوٹھا کر ہاتھ | اور پھر بعد فاتحا کہیے
خلدین عیش سے مدام رہین | حق تعالے سے اور کیا کہیے
فکر تاریخ کیون ہے اے عشرت | آپ اپنا تو مدعا کہیے

سنیئے سالِ وفات برجستہ
داغ لو اب میرزا کہیے
۱۳۲۲

جناب شمع صاحب

اُستاد کی رحلت نے ستم کر دیا افسوس اب کیسی غزل شعر کہان اور کہان داغ
شاعر بہلا کس دل سے لکہے مصرعۂ تاریخ
جس شخص کی نظرون مین ہو گلزار جہان داغ
۱۳۲۲

جناب شیخ حافظ محمد سلام الدین صاحب نادر رئیس اجمیر

بلبل ہند داغ سحر بیان | دہوم ہتی جسکی اک جہان مین ہاے
جس سے اردو زبان کو رونق ہتی | جس سے دلی کو فخر حاصل تہا

لکھیے نادر مٹا کے دلی کو — آج راہی جہان سے داغ ہوا
۴۴ ۲۲ ۱۳

جناب عزیز جنگ صاحب ولا

میرے اوستاد داغ نام آور — جو مرجع تھے ہر مقابل پر
اس زمانہ مین اون کی فکر بلند — آسمان تھے زمین مشکل پر
بلبل ہند تھی زبان اون کی — مستند تھی لب عنادل پر
آہ دنیا سے کر گئے وہ سفر — واصل حق ہین پہلی منزل پر
ہوگیا آج اون کا بیڑا پار — وہ گئے ہم تڑپ گئے ساحل پر

مصرعہ سال ہے فغان ولا
ہائے وہ داغ دیگئے دل پر
۲۲ ۱۳

جناب حکیم محمد عماد الدین صاحب عالم امروہوی

فغان عالم ز آسیب حوادث — کزو خوردند ہر دل انس و جان داغ
بدل عید از شب تاریک غم شد — چو رفت از دار فانی ناگہان داغ

ربودہ عقل و ہوشم مرگ اُستاد
فصیح الملک اُستاد جہان داغ
۲۲ ۱۳

جناب حکیم مولوی غلام غوث خان صاحب منت دہلوی یادگار خاندان جناب نواب مصطفےٰ خان صاحب شیفتہ

شب عید ہم روز عاشورہ بود — کہ نواب مرزا اشد در جہان

[illegible]
جو بہادر شاہ کی لہر مین رہا لہر مین پلا

چھٹ گئی جب اس سے دلّی تو وہ پہنچا رامپور
خوبیِ تقدیر سے فوراً ملازم ہو گیا

نائی شہرت اسقدر تہا ہر زبان پر داغ داغ
شاعری مین نام کو اوستاد کے چمکا دیا

مرتے ہی خلد آشیان کے بکھرے سب اہل کمال
کوئی پورب کوئی پچہم یہ دکن کو چل دیا

شاہ آصف کو خدا رکھے عجب ہین قدردان
نوکری منصب خطابات اس سے بھی بڑھکر دیا

پہلے تہا نواب مرزا خان داغ دہلوی
اب جہان اُستاد اور استادِ آصف جاہ کا

مستند شاعر فصیح الملک ناظم یار جنگ
بلبلِ ہندوستان ہے، دور تک مانا ہوا

سو برس تک بھی نہین اردو کا انکو کچھ زوال
کس کے دم سے یہ ہوا احسان ہے کسکا بہلا

ہائے ایسے شخص کیساتھ اور ایسا ظلم ہو
یہ ضعیفی اور ایسے وقت مین فالج گرا

دو ہی دن مین وہ صحت ہوکے پھر بگڑا مزاج
موت کے آنے سے پہلے ہی سنبھالا لے گیا

بعد مغرب روح سیدھی باغ جنت کو گئی
روزے کو تہا عید کا دن یا گلے ملنے کا تہا

جسکے دروازے پہ لوگونکی لگی رہتی تہی بھیڑ
آج تنہائی مرقد سے اُسے پالا پڑا

قصر جنت مین جگہ پائی خدا بخشے اوسے
خود بخود داد بہشتی مین ہاتھ اپنے نکلتی ہے دعا

لطف شعر و شاعری جب ہے ملے دادِ سخن
پست ہمت ہوگئی وہ حوصلہ جاتا رہا۔

مصرعہ تاریخ منت نے کہا بے ساختہ
آہ وہ تاجِ سرِ ہندوستان ہی چل دیا۔
۱۳۲۲ھ

جناب سید محمد صاحب حسرت لکھنوی

باغ سخن ز دستِ خزان پائمال شد
بدوا سے آمدہ خبر ارتحال داغ

برکم نگاہی تو صد افسوس اے فلک | کردی ہزار حیف نہ قدر کمال داغ

اختر برائے رحلت او سال عیسوی
گفت ست آہ آہ شد انتقال داغ
۵ ۶۱۹

مولانا الیخے صاحب بانکے پوری

ہائے ان کاملون کے ماتم کو | جلد اکیسوین ہے پنچ اپنی
شوق و واصل کو رو رہے تہے تم | اب ہی اس غم سے کسکو فرصت تہی
کہ یکایک دکن سے دفتر مین | پہنچی نامہ نگار کی چٹھی
دیکھکر جس کو یہ ہوا صدمہ | مردہ دل ہو رہی ہے زندہ دلی
ہائے نواب میرزا خان داغ | تو مرا کیا کہ مر گئی دہلی
فرد تہا تو غزل سرائی مین | خوش بیان تہسا اب کہان کوئی
شوق کا ہائے عالمانہ شکوہ | ہائے واصل کی شوکت طبعی
داغ کو رقعت بیان افسوس | جن مین جو بات تہی وہ تہی اچہی
رو پیئے کس کو پیٹئے کس کو | دوست اک ایک تہے میری قلبی
اک زمانہ کے ملنے والے تہے | مہربانی تہی مجہپہ اک اک کی۔

ایک ہی ساتہہ سب کا ماتم ہے۔
قبر گو مختلف جگہہ ہے بنی

جنابہ جمیلہ صاحبہ اہلیہ خان بہادر جناب مولوی خدا بخش خان صاحب سی آئی ای
ساکن بانکے پور شاگرد داغ۔

…… بھی صورتِ زلفِ پریشان ہوگیا

سرد کو سکتہ ہوا مرغانِ گلشن ہیں خموش
باغبان بھی صورتِ آئینہ حیران ہوگیا

محفلِ شعر و سخن بھی آج ہے ماتم کدہ
مرثیون کا زنگ غزلون سے نمایان ہوگیا

مثلِ پروانہ جلے ہیں غم سے شاگردون کے دل
شعلۂ غم سے ہر اک سرد چراغان ہوگیا

یہ فنِ شعر و سخن جاری جو اک مدت سے تھا
ہستیِ موہوم کا افسوس نہمان ہوگیا

یادگارِ اہلِ دہلی نامیون کا ہمنشین
داغ جو باقی تھا وہ مرقد مین پنہان ہوگیا

اے جمیلہ خون رولایا ہے غم استاد نے
داغِ دل مین صورتِ اختر نمایان ہوگیا

جناب آزاد صاحب شیخ پوری۔

میرزا داغ دہلوی مرحوم
زین جہان رفت در بہشت رسید

خبرِ مرگ او بہندوستان
ہر کہ بشنید نالہا بکشید

لازم است این کہ شد گریبان چاک
جامۂ عمر وے اجل بدرید

نازشِ ذوق و فخرِ دہلی بود
ہمچنین مہرِ داغ کن پوشید

نشترِ ہست بر کلام او
ہر کہ در گوش کرد او غلطید

یک ہا ہاے اجل بدہ فالج
کہ بجبین و حیات او پوزید

چون بہفتاد سال عمرش رفت
حق تعالے بہ پیش خود طلبید

شورِ ماتم بپا شدہ ہر سو
در غم او ز دیدہ اشک چکید

آن قدر الفت امر بدہ
کہ بیک تکیہ داغ ہم خوابید

صوت سالش چو از پے تعداد
در زبر سینہ بگوشش رسید

گفت آزاد مصرعۂ تاریخ

ہائے فالج نے کیا ستم ڈھایا — کیسی برپا ہوئی قیامت آہ
ماہ ذی الحج کی نوین تاریخ — یعنی ہے عاشورہ کا یہ روزِ سیاہ
مر کے چپ ہو گیا فصیح الملک — یہ خبر منتشر ہوئی ناگاہ
ہائے وہ خوش نوائے بلبلِ ہند — ہائے اوستادِ شاہ آصف جاہ
خاص تجھسے مجھے عقیدت تھی — یہ تصنع نہین خدا آگاہ
خوش بیانی کا اب مزا نہ رہا — نغمہ سنجانِ ہند وا ویلا
اب منڈھے چڑھ چکی سخن کی بیل — اب رہا اس زبان کا حال تباہ
نہ مٹا تھا حفیظ امیر کا داغ — کہ ہوا داغ کا غمِ جانکاہ
سالِ غم پڑھ کے خونِ ناب بہا — شاعری داغ کے گئی ہمراہ ۱۹۰۵

جناب ضیا صاحب دہلوی

چل بسے آج تو فصیح الملک — ہر زبان سے یہی صدا آئی
کی ضیا نے جو مغفرت کی دعا — داغ بخشا گیا ندا آئی ۱۹۰۵

جناب مولوی سید فرید احمد صاحب فائز رئیس مراد آباد

ماتم ہے یہ کس شہِ سخن کا — ہے باغِ جہان مین شور برپا ہو
بلبل کے ہے لب پہ آہ و نالہ — قمری کی زبان پر ہے کُو کُو
کس گل کو کیا خزان نے برباد — اوڑتی ہے چمن مین خاک ہر سُو
ہر گل کا مہک رہا ہے دامن — نکلی ہے کفن سے کسکی خوشبو
ہے کسکا الم کہ بن کے جوگن — لیلائے سخن نے کہولے گیسو
تصویرِ قلق بنے ہین احباب — پہلو مین اوٹھا ہے درد پہلو

سلطان سخن سخن مین اعجاز	اعجاز رقم رقم مین جادو
جنّت کو گئے وہ یاد حق مین	لاریب خدا کے تہے رضا جو
اللہ سے لو لگی ہوئی ہتی	جاری ہتے برنگ شمع آنسو
ارمان مگر لوٹتے ہین اک سمت	اور حسرتین بیٹہتی ہین اک سو
لکہا ہے قصیدہ جو پئے نذر	سرکار نظام شاہ خوشخو
اوستاد کی مدح بہی ہے شامل	با حسن عمل بطرز نیکو
اب کون کریگا قدردانی	زندہ نہ رہا وفا کا دلجو
حسرت ہتی کہ پاس اونکے بہیجون	دیوان جو چہپا ہے میرا اردو
لیکن رہی جی کی جی مین حسرت	کچہہ بہی نہ چلا اجل پہ قابو
ذی الحجہ کی شب نہم سدہارے	قربان ہوئے۔ عید کی سحر کو
کعبہ کو چلا خوشی مین حج کی	کہولے ہوئے مرغ روح بازو
کہتے تہے وہ مرتے دم کہ یارب	عاصی کے گناہ بخشدے تو
آئی یہ ندا کہ ہمنے بخشا	بس داغ حزین بہا نہ آنسو ۱۳۲۲

جناب منشی محمد شفیع الدین خان صاحب مرادآبادی

داغ کے مرنے کا آتا کیا یقین	وہ تو تہے جانباز مر مر کر جیئے
کیا کہون اب کے دکن سے یک بیک	شور اوٹہا۔ داغ لابد مر گئے ۱۳۲۲

جناب ابن علی صاحب اڈیٹر و مہتمم اخبار نیر اعظم مرادآباد

نوین ذی الحجہ کی شب ہوئے رخصت	داغ چہاتی پہ داغ دہر ہی گئے

آہ اے نواب میرزا اب کہان ہائین تمہین	آہ اے داغ سخنور ہوگئے کس سمت گم
تم سے تہا پہولا پہلا گلزار شعر و شاعری	کس کو یہ معلوم تہا و یجاؤ گے یون داغ تم
اک ظفر ہی کیا تمہارے میکدہ کا ہے گدا	تم نے تو اپنے حریفون کو بھی بخشے خم کے خم
ہند مین تہی اک تمہارے دم سے زندہ شاعری	مر چکے ہوتے کبہی کے تم اگر کہتے نہ قم
داغ جاتے ہی تمہارے کیسی ظلمت چہا گئی	محفل شعر و سخن مین شمع آخر تہے تم
دامن باد فنا کس شمع کو گل کر دیا	گردش گردون دون تو نے کیا کس گل کو گم

اک غضب تہا وہ مہینا اک قیامت تہا وہ دن
حسرتا اے ماہ ذی الحجہ ہائے تاریخ نہم
۲۲ ۱۳

جناب پنڈت راج نرائن صاحب دہلوی اڈیٹر اخبار سماچار لاہور

دل ہے وقف صدمہ و مایوسی و رنج و محن	اور سینہ ہی جواب خندہ جیب کفن
ہم تو لئے نالہ و ماتم ہے شور رعد آج	گنبد اخضر بنا ہے گنبد بیت الحزن
بلبل ہند و دبیر الدولہ مہر کمال	قلزم علم و فصاحت مالک ملک سخن
فائق معنی فصیح الملک داغ دہلوی	فخر ہندوستان و استاد شہنشاہ دکن
وائے حسرت کر گئے اس عالم فانی سے کوچ	جنکے ماتم مین ہین گریان آج سارے مرد و زن
گر گئے مرجہا کے گل ہائے فصاحت دفعتاً	ہوگیا برباد اردو نظم کا سارا چمن

ایک مصرعہ مین لکھے ارمان نے دو سال مرگ -
داخل جنت ہو یا رب - طوطی شیرین سخن
۱۲ فضلے ۱۳ ۱۴ الٰہی ۱۳

جناب ہاشمی صاحب

تلک عشرۃ کاملۃ

۲۲

ایضاً

بلبل ہند رفت مرزا جان	گلشن نظم گشت وقفِ خزان
داغ اُستاد شہریار دکن	ماہ دہلی نہان شد از گیہان
چون ہمہ شد ز ماہ ذی الحجہ	شد بہ فالج جناب داغ ز جہان

ہاشمی گفت سالِ رحلت او۔

در جنان کام جان مرزا خان

۲۲ ۱۳

ایضاً

میرزا داغ داشت داغ جگر	ہمہ تن درد و دل سراپا شوق
ہاشمی سالِ فصلیش ہنگار	میرزا بود یادگارِ ذوق

۱۲ فصلے ۱۳

جناب بابو محمد صدیق حسن صاحب شرر نگینوی

گئی یک بیک رونق بزم نظم	ہوا گُل جہان سے سخن کا چراغ
اُسی سے تھا سرسبز نخل سخن	تر و تازہ تھا اس کے دم سے یہ باغ

پئے سال تاریخ لکھدے شرر

لبا جائے ملک عدم ہائے داغ

۲۲ ۱۳

جناب خطیب قادر بادشاہ صاحب بادشاہ برادر بزرگ جناب مولوی احمد حسین صاحب یم ہیئے یل یل معتمد پیشی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہٗ

مینے پوچھا اے شب عید الضحےٰ	رنج و غم سے کیون ہے تو مانوس آج
کسکا یہ ماتم ہے کیا ہے واقعہ	تو نے پہنا کیون سیہ ملبوس آج

کیا نہین تجھکو خبر اے بادشاہ
داغ کی رحلت ہوئی افسوس آج
۱۹ ہ

جناب ریاض صاحب گورکھپوری

ہے قیامت داغ کا مرنا ریاض ۔ شور ماتم آج ہر محفل مین ہے
گوشہ محمل بنا ہے کنج گور ۔ بند لیلائے سخن محمل مین ہے
اُٹھ گیا شاہنشہ ملک سخن ۔ خامشی بزم شہ عادل مین ہے
غم سے گویا بن گئی ہے جان پر ۔ غمزدون کی جان کس مشکل مین ہے
دل کو بھی دیکھو جگر کو دیکھکر ۔ اور بسمل پہلوے بسمل مین ہے
پھیر لائے اس مسافر کو کوئی ۔ وہ ابھی تو پہلی ہی منزل مین ہے
آئی ہے کسکو مٹانے داغ کو ۔ لطف اجل کو سعی لاحاصل مین ہے
زندہ جسکا نام ہے مرتا نہین ۔ راستی اس دعوے باطل مین ہے
داغ مٹتا ہے مٹانے سے کوئی ۔ وہ فروغ شمع ہر محفل مین ہے
اے لحد تو چاند پر ڈالیگی خاک ۔ داغ آغوش مہ کامل مین ہے
کیون چھپانے سے ترے چھپ جائے داغ ۔ وہ نہان تجھہ مین عیان ہر دل مین ہے
وقت پر آنکھین چرانا اے لحد ۔ یہ برائی تیری آب و گل مین ہے
مرکے بھی پیش نظر ہے شکل داغ ۔ آنکھہ کہتی ہے وہ میرے تل مین ہے

کہہ رہا ہے مصرع سال وفات
اے لحد اب داغ لاکھون دل مین ہے
۱۳ ۲۲

جناب محمد مستجاب خان صاحب متخلص خلق مہتمم کوتوالی اضلاع سرکار عالی حال

تھا وہی اک نصیر اہل سخن
سوز جسکے بیان مین پنہان
مظہر فیض تھا جہان کے لیئے
جسنے اردو مین روح پہونکی تھی
نظم مرغوب عام تھی جسکی
پاک کس کی زبان ہے ایسی
داغ تھا ماہتاب سا روشن
داغ ہی سے تھا لالہ زار سخن
داغ ہی کی تھی ہر طرف شہرت
شاہ آصف کا داغ تھا استاد
کون پر کہیگا گوہر مضمون
اک جہان کو ہوا ہے اسکا غم
ہائے وہ داغ رونق محفل
ہائے وہ سوز اہل دل کے چراغ
ہائے وہ عندلیب خوش الحان
ہائے وہ ہم سے ہو گیا رخصت
یوم جمعہ شام کے تھے سات بجے
عید کے دن نمازِ عید کے بعد
پاس یوسف شریف صاحب کے
ہے مشیت مین اوسکی دخل کسے
سچ یہ ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

[illegible]
تھا وہی اک معین اردو کا
درد جس کے کلام سے پیدا
نکتہ دانی تو اوسکا حصہ تھا
جسنے معجز بیان لقب پایا۔
خاص مقبول تھا سخن جسکا
فخر ہندوستان کہان ایسا
داغ تھا آفتاب سا چمکا
داغ ہی سے یہ باغ تھا پہولا
داغ ہی کا تھا ہر جگہہ چرچا
اہل معنی مین داغ تھا یکتا۔
در معنے کا جوہری نہ رہا
ہند مین مچ گئی ہے واویلا
ہائے وہ داغ انجمن آرا
ہائے وہ نور دیدۂ بینا
ہائے وہ طوطیِ سخن پیرا
ہائے وہ ہم سے موںہ چہپا کے چلا
دارِ فانی کو خیر باد کہا
کی نمازِ جنازہ سبنے ادا۔
ظہر سے کچھہ ہی پہلے دفنایا
ہو گیا وہ جو ہائے ہوتا تھا
حشر ہے گا یہان کوئی نہ رہا

ایضاً

آہ فا داغ سخنور جنغرِ ملک سخن

وادریغا اے فصیح الملک اُستادِ جہاں
بلبل ہندوستاں باشی بگلزارِ جہاں
۱۳۲۲

داغ فرقت دادہ رفتی سالِ رحلت خلق گفت

دیگر

آن وحیدِ زمان فریدِ عصر
ناظمِ بے مثال نیک نہاد
افضل و اکمل فصیح الملک
کہ چو او مادرِ زمانہ نزاد
روز و شب وردِ این اعاکمن ست

اوستادِ جہان جہان اوستاد
در دبیری دبیر دولہ بود
بلبل ہند خوش بیان استاد
آہ بربست رخت از دنیا
از کرم یا حسدا بیامرزا
زجہان رفت آن جہان اُستاد
۱۳۲۲

تا ثر بعیدیل پاک سیر
مستند ماہر و فن انشاد
والے نواب میرزا خان داغ
نزدد در جہان غمش از یاد
او خ این سال خلق محزون گفت

جناب عیش صاحب بہوپالوی

زندگی نے نہ کی وفا ہے ہے
کیسی جلاد ہے قضا ہے ہے
شاعرِ خوش بیان و خوش گفتار
اوسکو بھی لے گئی قضا ہے ہے
تازہ غم تازہ داغ دل کو دیا
کیسی نازل ہوئی بلا ہے ہے
کرسکے ہم نہ خدمتِ اوستاد
رہ گیا دل کا مدعا ہے ہے
جرم کسکا قصور ہے کیسا
بے اثر ہوگئی دعا ہے ہے

داغ دنیا سے اوٹھ گیا ہے ہے
مشعرہ ہے نہ اوسکا چرچا کچھ
مرد دنیا سے کیا اوٹھا ہے ہے
دفن کر آئے سب اوسے جاکر
چرخ نے کی ہے کیا جفا ہے ہے
ہتی جو آواز عیش و عشرت کی
نہ ہوا فرض یہی ادا ہے ہے
جسن زبانہ پہ ناز تہا بیحد
بیگناہی کی ہے سزا ہے ہے
آئی باغِ سخن پہ کیا آفت
خوب آباد تھا جو ملک سخن
اب وہ بالکل اوجڑ گیا ہے ہے
عیش تاریخ میں نے یہ لکھی

جان لینے مین کچھ نہ کی تاخیر
لطف شعر و سخن گیا ہے ہے
اک بچا تہا جو مستند شاعر ـ
خاک مین اب وہ مل گیا ہے ہے
جسنے ہوش و حواس ہی کہوئے
اب ہے وہ درد کی صدا ہے ہے
کی نہ جاکر زیارت اوستاد
نکلا کیسا وہ بے وفا ہے ہے
نامرادی نے کیا اثر بخشا
نام گل کا نہ کچھ رہا ہے ہے

بہار دانش	۹ر
گلدستہ حکایات	۸ر
جادہ تسخیر	۲ر عمہ
خزانہ عامرہ	۱۲ر
الف لیلی باتصویر کاغذ دہی	عکہ
الف لیلی باتصویر نثر	۱ر عہ
الف لیلی نظم اردو کامل	۹ر سے
داستان امیر حمزہ نثر	عصعہ
" معہ تصویرات	۸ر
" نظم	۱۰ر
شاہنامہ اردو معہ تصویرات	۵ر

سوانح عمریاں

سیرۃ النبی تاریخ نبوی کلاں	۲ر عمہ
سوانحعمری رسول مقبول صلعم	۶ر
سوانحعمری بوعلی سینا	۴ر
سوانحعمری قطب الدین بختیار کاکی	۴ر
" افلاطون	۴ر
" لقمان	۴ر
" ارسطو	۲ر
" ہیبول و ملا	۳ر
" جمشید و ضحاک	۴ر
" فریدون و فرخ سیر	۴ر
" نورجہاں بیگم	۴ر
" سیواجی مرہٹہ	۴ر
" شیخ سعدی شیرازی	۸ر

حیات سعدی	عہ
تاریخ اسپین	۲ر عمہ
سیرۃ الفاروق سوانحعمری	
حضرت عمر خطاب رض	۱ر عمہ
سوانحعمری اورنگ زیب	۶ر
سیرۃ النعمان سوانحعمری	
حضرت امام اعظم رح	۲ر عمہ
تذکرہ بابر محمد ظہیر الدین بابر	۳ر
سرگذشت بوعلی سینا	۳ر
مہاتما بدھ کی سوانحعمری	
سوانحعمری راجہ رام موہن رائے	۷
ذکر ممدوح حضرت ملکہ	
معظمہ قیصر ہند کی سوانحعمری	۸ر
آئینہ سکندر	۸ر
ایک شرابی کی سچی سرگذشت	۴ر
پیٹر اعظم زار روس	
کی سوانح عمری	۲ر
سوانحعمری شاہ نادر	۲ر
تذکرہ شکسپیر انگلستان کے	
ملک الشعرا کی سوانحعمری	۲ر
شہنشاہ بابر کی زندگی	
کے دلچسپ حالات	۲ر
حالات ذوق شیخ	
ابراہیم ذوق کے حالات	۴ر
تذکرہ محمود	۴ر
جنرل گارڈن کی	

...	۸ر
حیات نورجہاں	۴ر
آبحیات یعنی مشاہیر شعرائے	
کی سوانح عمری	۴ر عمہ
حیات فردوسی	۸ر
فردوسی اور اسکا شاہنامہ	۳ر
نپولین بوناپارٹ کی سوانحعمری	۲ر
حالات سودا	۶ر
سیر مقبول تمام دنیا کی سیر کے حالات	۱۰ر
نامۂ خسروان تاریخ شاہان	
ایران	۸ر
حالات روس	۱۲ر
تعلقات کشمیر	عہ
سیر کشمیر ایک صاحب کا پرائیویٹ	
سفر گشت کشمیر	۵ر
سوانح عمری حضرت ابوبکر	۸ر
" حضرت عمر خطاب	۹ر
" حضرت عثمان غنی	۶ر
" حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۱ے

مذہبی اور مباحثہ کی کتابیں

نماز اور اسکی حقیقت	۴ر
اسلام اور اسکا بانی	۳ر
فضائل اسلام پادری	
عماد الدین صاحب	۱۲ر
لغات القرآن	۲ر عمہ
مفتاح القرآن	۸ر
مطالعہ فطرت	۶ر

ارزانی کے فریفتو سستی اشیاء کے فریفتو

ہوشیار منافع اور بکری کی بابت

دی پنجاب محمڈن ٹریڈنگ کمپنی لاہور

کی طرف سے غیر معمولی رعایت

یعنی

ایک روپیہ کا مال بارہ آنہ میں

ترکی ٹوپیاں ہم نے اپنے احباب کی خاطر نہایت اعلیٰ قسم کی عمدہ اور نفیس ترکی ٹوپیاں جنکے پہننے کا ترکی میں رواج ہے منگائی ہیں جو مخمل کی طرح نہایت

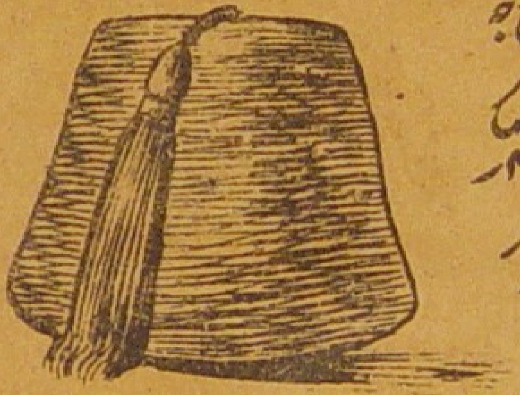

ملائم اور فیشن ایبل ہیں ۔ ترکی ٹوپیوں کے شائقین توجہ فرماویں قیمت ٹوپی قسم اول عہ پھندنہ والے رعایتی ہر قسم دوئم ہمکر رعایتی عہ قسم سوم عکر رعایتی عبر رنگ سیاہ ۔ سرخ ۔ عنابی سیاہی مائل ۔ سرخی مائل ۔

نوٹ :۔ فرمائش کے ہمراہ سر کا ناپ آنا ضروری ہے ۔

عرق بید مشک لاہوری موسم گرما کی آمد کے خیال سے لاہور کے مشہور عرق بید مشک خالص اور اعلیٰ درجہ کے بھیجنے کا انتظام کر لیا ہے صبح شربت میں ملا کر پینے سے دن بھر پیاس کی شدت سے بچاتا ہے طبیعت میں سرور دل کو راحت ہوتی ہے ۔ بوجہ شدت گرما جو امراض پیدا ہوتے ہیں اُن سے بچاتا ہے قیمت فی بوتل عہ تین بوتل ہمکر فی من عرق بید مشک ۲۵ روپے روح کیوڑہ فی تولہ ۲ر روح بید مشک فی تولہ ۲ر روح گلاب فی تولہ ۱ر

ریشم ازاربند لاہور کے مشہور ریشمی ازاربند اس کمپنی سے منگوائیے دو نار ریشمی ازاربند بجائے